REGD NO-P-67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۲۹ جولائی۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں اخبار الفضل مورخہ ۲۵ جولائی میں شائع شدہ ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

"کل سے حضور کو نقرس کی تکلیف ہے۔ رات نیند وقفوں سے آئی۔ نقرس کی تکلیف چل رہی ہے"۔

احباب جماعت توجہ اور التزام کے ساتھ حضور کی صحت کیلئے دعائیں کرتے رہیں اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام کو صحت و سلامتی کے ساتھ کام کرنے والی لمبی زندگی بخشے۔ آمین۔

قادیان ۲۸ جولائی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ الحمد للہ

حضورِ انور کی صحت کیلئے صدقہ و دعا کی تحریک

گذشتہ سال احباب نے حضور انور کی شفایابی کے لئے مسلسل چالیس روز تک صدقہ و دعا جاری رکھنے کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا چونکہ حضور کی طبیعت بدستور ناساز چلی آرہی ہے اس لئے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے جماعت سے پھر پرزور اپیل فرمائی ہے کہ وہ ایک بار پھر چالیس روز تک متواتر دعائیں کریں اور صدقات دیں۔ تا اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے۔ اور حضور انور صحت یاب ہو کر فعالیت تامہ پائیں۔

حیاتِ جاوداں اور وصیت

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب فاضل مبلغ۔ سرینگر

آبِ حیات

دنیا کا کوئی دور ایسا نہیں گذرا جس میں انسان کو باوجود اس علم کے کہ وہ ایک فانی ہستی ہے یہ خواہش اور یہ تمنا نہ رہی ہو کہ وہ کسی نہ کسی طرح دائمی حیات حاصل کر لے وہ موت کے بند ھنوں سے آزاد ہو جانے کی تدابیر سوچتا رہا۔ انہی پر یہ دھن سوار رہی کہ وہ موت پر فتح پانے کے اعلان کو دنیا کے سامنے فخریہ طور پر پیش کر سکے اور جب کچھ بن نہ پڑا۔ تو دل کو تسلی دینے کے لئے قصوں اور افسانوں کا سہارا لیتا رہا کہتے ہیں کہ سکندر اعظم بھی آبِ حیات کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اور آج کل جب کہ سائنس دن بدن ترقی پذیر ہے یہ خیال پھر انگڑائیاں لے رہا ہے کہ کاش! کوئی ایسا وسیلہ ہاتھ آجائے جس کے ذریعہ موت و حیات کی کشمکش دور ہو۔ لیکن ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

حضرت آدم

یوں معلوم ہوتا ہے کہ ازل سے موت پر فتح پا جانے کی تمنا انسان میں ایک فطری خاصہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے تحت الشعور میں بھی اس خواہش کی جھلکیاں نظر آتی ہیں کیونکہ جب شیطان نے آپ کو ورغلانا چاہا تو شجرۂ ممنوعہ کی طرف جانے کی بایں الفاظ ترغیب دی کہ "وقال ما نھٰکما ربکما عن ھٰذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین"۔ (الاعراف - ۲۱)

کہ اللہ میاں نے تم دونوں کو اس درخت کے پاس جانے سے اسی لئے منع کیا ہے کہ کہیں تم وہ کھا کر فرشتہ نہ بن جاؤ یا کہیں تم کو حیاتِ جاوداں نہ مل جائے۔

بائیبل میں اس درخت کے متعلق لکھا ہے کہ

"اور خداوند خدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا۔ اور خداوند نے ہر درخت کو جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے کے لئے اچھا تھا زمین سے اُگایا۔ اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا۔" (پیدائش $\frac{2}{8-9}$)

زندگی کی حرص

ہزاروں سالوں کے تجربات کے بعد جب انسان کو یہ اچھی طرح علم ہوا کہ حیاتِ جاوداں اس فانی جسم کو کسی صورت میں نہیں مل سکتی تو پھر اس میں لمبی عمر کی حرص پیدا ہوئی۔ اس کا اظہار قرآن مجید نے یوں کیا ہے کہ۔

"ولتجدنھم احرص الناس علیٰ حیٰوۃ ومن الذین اشرکوا یود احدھم لو یعمر الف سنۃ" (بقرہ ۹۷)

یعنی اہل کتاب یا بنی اسرائیل زندگی کے بڑے حریص ہیں۔ ان کو مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کی حرص ہے وہ چاہتے ہیں کہ ہزار ہزار سال عمر مل جائے۔

انجیل کا بیان

انجیل میں آتا ہے:۔

"اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر۔" (متی $\frac{19}{16}$)

ایک اور موقعہ پر حضرت مسیح حیاتِ جاوداں کی تشریح یوں کرتے ہیں:۔

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔" (یوحنا $\frac{17}{3}$)

قرآن اور حیاتِ جاوداں

قرآن مجید نے موت و حیات پر اصولی رنگ میں روشنی ڈالی ہے کہ دنیا کی ہر چیز آخر فنا ہو جانے والی ہے اور موت سے کوئی چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ فرمایا۔ "کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ"۔ (آل عمران ۱۸۵) ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تمہیں قیامت کے دن پورے اجر دیئے جائیں گے لیکن اس کے علاوہ حیاتِ جاوداں کے متعلق فرمایا کہ متقیوں کو جنت میں بہترین قسم کے سامان مہیا ہوں گے اور یہ کہ

"لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ" (دخان ۵۷)

یعنی پہلے جو موت ان پر آئی ہے اب اس کے بعد وہ موت کا مزہ نہ چکھیں گے دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ ان کو حیاتِ جاوداں مل جائے گی۔

دوسری جگہ پر فرمایا۔ "وما ھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون"۔ (عنکبوت - ۶۵)

مگر اس دنیا کی زندگی تو محض لہو اور کھیل ہے مگر انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہی اصل زندگی ہے۔ اور اسی زندگی کو بچانے کے لئے آب حیات کی تلاش میں سرگرداں ہے مگر حقیقی زندگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی وہ آخرت کا گھر ہے کاش کہ لوگ اس بات کو سمجھ لیں

حدیثِ نبویؐ

دنیا کا کونسا ایسا شخص ہے جو یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی زندگی سکون۔ اطمینان اور خوشحالی میں بسر ہو؟ اور پھر ایسی زندگی جس میں موت کا کوئی دخل نہ ہو۔ جو ہمیشہ رہنے والی ہو۔ جہاں پر کم بخت رگوں کو یہ تسلی کا سامان نہ ہوگا کہ موت آئے گی۔ تو سب دکھ ختم ہو جائیں گے۔ یقیناً کوئی بھی ایسا فرد نہیں ملے گا جو یہ چاہے کہ اس کی حیاتِ جاوداں تلخی میں بسر ہو۔ اس کے لئے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نسخہ بیان فرمایا ہے کہ "الدنیا مزرعۃ الاٰخرۃ"۔ یعنی یہ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں جس قسم کے بیج بوؤ گے اسی قسم کی فصل آخرت میں کاٹو گے۔ کیونکہ کوئی بھی عقلمند شخص تھوہر کے بیج بو کر گندم کی امید میں نہیں بیٹھا رہتا۔

جنت کی تشریح

جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ حیاتِ جاوداں صرف آخرت ہی کی زندگی ہے اور یہ کہ جو لوگ اچھے اعمال بجا لائیں گے اور خدا کی مرضی کے مطابق چلیں گے ان کو جنت میں جگہ ملے گی جہاں پر ان کی حیات دائمی خوشحالی میں بسر ہوگی تو اب آیئے ذرا دیکھیں کہ جنت کیا چیز ہے۔ اس کی نعمتوں کا ذکر قرآن مجید میں بطور مثال کے مختصراً متعدد جگہ کیا گیا ہے لیکن اصولی طور پر یہ بتلایا کہ

"فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون"۔ (سجدہ - ۱۸)

یعنی کسی نفس کو اس بات کا علم نہیں کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے ان اعمال کے بدلہ میں جو انہوں نے کئے کیا سامان مہیا کیا گیا ہوگا۔ حدیث شریف میں بھی اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

... نے ... پریس میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۶۴ء

موت کے سوداگر

آج یہ سوال بڑی ہی شدت کے ساتھ کروڑوں ذہنوں میں کھٹک رہا ہے کہ مستقبل قریب میں دنیا کے حالات کیا کروٹ لیں گے اور کیا دور حاضرہ کے چنگیز اور ہلاکو جنگ کی بھٹیاں گرم کر کے انسانی جانوں کو ان میں جھونکیں گے یا نہیں۔ اگر ایسا ہوگا تو نتائج کیا ہوں گے۔ اگر نہیں ہوگا تو اس پر یقین کرنے کی وجوہ کیا ہیں۔ اور دنیا کے عوام کو مطمئن کرنے کے ذرائع کیا ہیں۔

دنیا میں کروڑوں انسان آج بھی زندہ موجود ہیں جنہوں نے جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم ثانی کی ہولناکیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ جنہوں نے میدان کارزار میں انسانی کھوپڑیوں کے مینار دیکھے۔ جنگ بازوں کو کھڑے ہو کر فتح کے شادیانے بجاتے دیکھا تھا۔ اور جنہوں نے لاشوں کے انباروں پر حمد و ثنا عظمت و جبروت کے تخت بچھے ہوئے دیکھے تھے۔ وہ لاکھوں بیوائیں آج بھی موجود ہیں جن کے شوہروں کو ہٹلر نے موت کا شکار بنا کر نگل لیا تھا۔ وہ لاکھوں یتیم بچے آج بھی موجود ہیں جن کے لئے پچھلی جنگوں کی خوفناک یادیں ابھی تازہ ہیں۔ یہ دنیا جانتی ہے کہ پچھلی جنگوں کے نتائج کس قدر خوفناک تھے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ اگر آئندہ جنگ ہوئی تو وہ کتنی زیادہ تباہی خیز ہوگی۔

اس لئے آج کی دنیا سہمی ہوئی نظر آرہی ہے۔ آواز کو سننے کے لئے بیتاب اور ہمہ تن گوش ہے جو یہ مژدہ سنا سکے کہ آئندہ جنگ نہیں ہوگی۔ لیکن وہ آواز ہے کہاں۔ روس کے دارالحکومت میں؟ امریکہ کے وائٹ ہاؤس میں؟ جہاں تجربہ شدہ ہزاروں ایٹم بموں، ہائیڈروجن اور نائیٹروجن بموں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اور ان ملکوں کے سائنسدان ایٹمی قوت کے میدان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر سبقت لے جانے کے لئے سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ جہاں دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں آئندہ جنگ کے نقشے اور جائزے تیار ہوتے رہتے ہیں؟

جب سے ایٹمی تجربات پر جزوی پابندی کا معاہدہ ہوا ہے اس پر تبصرے ہو رہے ہیں۔ بہت سے ایسے ممالک جنہوں نے ابھی تک ایٹم کی شکل تک بھی نہیں دیکھی انہوں نے اس معاہدہ کی توثیق بھی کی ہے اور اس کا خیر مقدم بھی کیا ہے۔ لیکن دنیا کے عوام کے ذہن یہ سمجھنے سے قطعاً قاصر ہیں کہ ایٹمی تجربات پر جزوی پابندی کے معاہدہ سے آئندہ جنگ کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ چونکہ آئندہ فضاؤں اور سمندروں میں ایٹمی تجربات نہیں ہوں گے۔ اور زیر زمین تجربات ہوتے رہیں گے۔ اس لئے جنگ کا خطرہ کم ہو گیا ہے یہ محض عوام کو بہلانے والی بات ہے۔ جب کہ ایٹمی بموں کے ایک سے زیادہ بار تجربات ہو چکے ہیں۔ ان کا بار بار تجربہ کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے ہم نے تو آج تک یہی دیکھا سنا ہے کہ جب بھی کوئی نئی مشینری تیار ہوتی ہے۔ صرف دو چار دفعہ اس کا تجربہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اندھا دھند سامان بنتا چلا جاتا ہے۔

پھر دنیا کے عوام یہ جاننا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت ایٹمی طاقت رکھنے والے ممالک میں جو ایٹمی اسلحہ دھڑا دھڑ تیار ہو رہا ہے۔ اس کا مصرف کیا ہے۔ کیا وہ اسلحہ ان کا عجائب گھر ہے؟ کیا ہم سے صرف کسی نمائش گاہ میں سجا کر رکھ دیا جائے گا؟ کیا انہیں عجائب گھروں میں رکھنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان بموں کی تیاری پر کروڑوں اربوں روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ اور عقل یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتی کہ اربوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد ان بموں کو کہیں مصرف میں نہیں لایا جا سکے گا۔

اگر روس اور امریکہ اس معاہدہ میں پر خلوص ہوتے تو وہ اپنے بموں کو گہرے سمندر میں پھینک دیتے اور آئندہ ہر قسم کے بموں کی تیاری بند کر کے کہہ دیتے کہ جو جا چکا سو ہو چکا۔ اب ہم مطمئن رہتے اور ہوس ملک گیری کو کلی طور پر خیر باد کہہ دیا جاتا لیکن فی الحال ایسا ہونا بھی تو ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں بڑے ممالک کو ایک دوسرے پر اعتبار نہیں۔ اور گو یہ بے اعتباری عقلی ہے لیکن اگر ایک ملک خلوص نیت کے ساتھ ایسا کر بھی دے تو دوسرا اعتبار نہیں کرے گا۔

لہٰذا دنیا کے عوام مسٹر خروشچیف اور مسٹر جانسن سے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ فضاؤں اور سمندروں میں ایٹمی تجربات نہیں کریں گے تو جو تجربات آپ زیر زمین کریں گے ان کا مآل کیا ہوگا۔ اگر انہیں جنگ کے لئے تیار نہیں کیا جا رہا ہے تو ان کا آخر مصرف کیا ہے اور بموں کے جو ڈھیر آپ نے اب تک لگا رکھے ہیں کیا وہ مریضوں کو کھلانے کے لئے ہیں؟

ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تو تیار ہیں کہ خروشچیف اور جانسن بہت بڑے سیاستدان ہیں۔ اور وہ بڑے ملکوں کے سربراہ ہیں اور اعلیٰ پائے کے دماغ رکھتے ہیں۔ لیکن آپ دونوں مل کر دنیا کی تین ارب کی آبادی کو ہمیشہ کے لئے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ آپ دونوں کے متعلق عوام کا فیصلہ یہ ہے کہ

۱۔ جس روز مسٹر جانسن کو دو اور دو چار کی طرح یقین ہو گیا کہ روس امریکہ سے کمزور ہے اسی روز وہ حملہ کر دے گا اور

۲۔ جس روز مسٹر خروشچیف نے یہ یقین کر لیا کہ امریکہ روس کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے وہی لمحہ اس کے حملہ کرنے کا ہوگا۔

اگر کوئی شخص اس کی دلیل چاہتا ہے تو ہم کیوبا کو پیش کر سکتے ہیں۔ فضائی اور خلائی راکٹوں کی اڑانوں میں روس نے جو پیشقدمی کی تھی اور اسے ایک قسم کی اولیت بھی حاصل ہو گئی تھی دنیا یہ سمجھنے لگی تھی کہ روس ایٹمی طاقت میں امریکہ سے بہت آگے ہے لیکن کیوبا سے پسپائی نے دنیا کو یہ تاثر دیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ روس امریکہ سے ایٹمی طاقت میں سبقت رکھتا ہو لیکن روس ابھی اس یقین پر قائم نہیں ہوا۔

پس عوام جو کچھ سمجھ سکتے ہیں۔ اور حقیقی نتیجہ بھی یہی ہو سکتا ہے کہ روس اور امریکہ ایک دوسرے کی طاقت کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ یہ کیفیت کم کسی وقت ایک یا دوسرے پر منکشف ہو گئی تو وہی ساعت دنیا کے لئے ایک بار پھر تباہی کا پیغام لائے گی۔

پھر یہ عجیب بات ہے کہ یہ دونوں بڑی طاقتیں دنیا کے مختلف ممالک میں امن کے نام پر جنگی کارروائیاں کرتی ہیں۔ لڑانے والے ملکوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں اور کبھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ حالانکہ دل سے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان دونوں کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ اسے آپ سیاست کہہ لیجئے یا چاپلوسی۔ لیکن چھوٹے چھوٹے پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک سالہا سال سے یہی کردار انجام دیتے چلے جا رہے ہیں اور کہنے کو تو جنگ عظیم ۱۹۴۵ء میں ختم ہو گئی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگ کے تجربات گذشتہ انیس سال سے دنیا کے مختلف حصوں میں کسی نہ کسی صورت چلے آ رہے ہیں۔

ہم سیاست میں کوئی شغف نہیں رکھتے اور سیاست کی الجھی ہوئی باریکیاں اور پیچیدگیاں عام انسانوں کی عقل کی گرفت میں نہیں آ سکتیں۔ لیکن جب کوئی موٹی اور بدیہی سی بات سامنے آ جائے تو اسے بیان کرنا ہی پڑتا ہے۔ یعنی یہ تو ہمارے روزمرہ کے مشاہدے کی بات ہے کہ ہر علاقہ میں کچھ بدمعاش ہوتے ہیں۔ اور کچھ ان کے سرپرست ہوتے ہیں۔ سرپرست پس پردہ رہتے ہیں۔ اور بدمعاش کارستانیاں کرتے ہیں۔ اور پھر وہ مل کر جیسے تجربے کرتے ہیں۔ پھر یہ نکتہ بدمعاشوں کے سرپرست شرفاء کے لباس میں ملبوس رہتے رہتے ہیں۔ اس لئے سادہ لوح مظلوم عوام بدمعاشوں کی شکایت لے کر انہی کے پاس جاتے ہیں۔ اور وہ بظاہر شریف مگر بباطن شیطان سرپرست ان بدمعاشوں کو بلا کر تنبیہ اور سرزنش بھی کر دیتے ہیں۔ یہی تماشا آج ہم عالمی سیاست میں دیکھ رہے ہیں۔ اور ہماری عقل کے چھوٹے سے خانے میں جو چیز بیٹھتی ہے وہ یہی ہے کہ روس اور چین کا باہمی تعلق بھی یہی ہے۔ اور امریکہ و برطانیہ کا ساتھ بھی یہی ہے۔ چند سال قبل مصر پر برطانیہ فرانس اور اسرائیل نے جو جارحانہ کارروائیاں کیں ان کے پس پشت یقیناً امریکہ کا ہاتھ تھا۔ گو روس کی دھمکی کے بعد امریکہ ایک ثالث اور صلح کروانے والے کی حیثیت سے آگے آ گیا تھا۔ اور ہمارے نزدیک ہندوستان پر چین کی جارحانہ کارروائی کے پس پردہ بڑی طاقت والی دوربینوں سے دیکھا جائے تو روس کا چہرہ بھی نظر آ جائے گا۔ کیونکہ وہ مان جائے "بھائی بھائی" ہیں ہمارے نزدیک روس اور چین کے جو اختلافات منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ ان کی حقیقت دھوکہ کی ٹٹی سے زیادہ نہیں اور وہ دونوں ہی کمیونزم کے علمبردار اور اس کے جارحانہ ارادوں کے نقیب ہیں۔

پس کہنے کو تو انیس سال قبل جنگ عظیم ختم ہو گئی تھی۔ لیکن آج تک حقیقی امن کہیں بھی قائم نہیں ہو سکا۔ اور دنیا کے مختلف حصوں میں جنگ کی بھٹیاں گرم رہتی ہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اگلی جنگ کے لئے دونوں جانب جاندار ماریاں کر رہے ہیں۔ عقل یہ باور کرنے کو تیار ہی نہیں ہو سکتی کہ ایٹمی اور ہائیڈروجن اور نائیٹروجن بموں اور پر اربوں اور کھربوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد یہ طاقتیں انہیں کسی مصرف میں نہیں لائیں گی۔ اور یہ سارے بم ہسپتالوں میں مریضوں کو تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ روس ہو یا امریکہ۔ فرانس ہو یا برطانیہ۔ چین ہو یا اسرائیل یہ موت کے سوداگر ہیں اور ان منڈیوں کی تلاش میں ہیں۔ جہاں زیادہ سے زیادہ موت کا کاروبار کیا جا سکے۔ اور کروڑوں جانوں کی برآمد و درآمد ہو۔

(ف۔ ا۔ گ)

درخواست دعا

مکرم محمد عثمان صاحب ڈی سی آئی۔ ڈی انسپکٹر سی۔ بی کٹک اڑیسہ نے اپنے بچے سلیم نور صاحب کی بی یونیورسٹی کے امتحان میں کامیابی پر اعانت بدر میں مبلغ ۵/- ارسال فرمائے ہیں بزرگان سلسلہ و احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ عزیزم سلیم نور صاحب کے لئے دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ انہیں مستقبل میں بھی دینی و دنیادی ترقیات سے سرفراز فرمادے۔ آمین۔

(مینیجر بدر)

خطبہ جمعہ

نظامِ وصیت کی اہمیت و عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ اُسے خدا تعالیٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے!

اِس نظام میں شامل ہونا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت ہے اور یہ اخلاص کے پرکھنے کا خاص معیار ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۔ فرمودہ ۴ر مئی ۱۹۲۸ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ایک سال کے قریب ہوا میں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ

وصیت کا معاملہ

نہایت اہم معاملہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ایسی خصوصیت بخشی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص الہامات کے ماتحت اسے قائم کیا ہے کہ کوئی مومن اس اہمیت و عظمت کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ سارا نظام ہی آسمانی اور خدائی اور الہامی نظام ہے۔ مگر وصیت کا نظام ایسا نظام ہے جسے خدا تعالیٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ باقی امور ایسے ہی ہیں جو عام الہام کے ماتحت قائم کئے گئے ہیں مگر

وصیت کا مسئلہ

ایسا ہے جو خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ اور وصیت کا مسئلہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے۔ دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک اقرار تھا۔ اس کے متعلق مومن کیا کرتا۔ کئی لوگ اس اقرار کو پورا کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے اور کئی یہ اقرار کر کے خاموش ہو جاتے۔ پھر کئی ایسے ہوتے جو چاہتے کہ

دین کو دُنیا پر مقدم

کریں۔ مگر اس کے لئے راہ نہ پاتے۔ اور انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کریں پھر سینکڑوں تھے۔ جنہوں نے اس اقرار کو پورا کیا۔ اور سینکڑوں ایسے تھے جو حیران تھے کہ کیا کریں۔ پھر بعض اس اقرار کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا اقرار پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ ان کی مثال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سی تھی جو کہ اپنے بھانجے پر جب ناراض ہوئیں۔ تو اُنہوں نے قسم کھائی اور کہا کہ میں اس سے نہ ملوں گی۔ اور اگر ملوں تو کچھ صدقہ دوں گی اس میں صدقہ کی اُنہوں نے تعیین نہ کی تھی۔ آخر صحابہؓ کے دخل دینے اور بھانجے کے معافی مانگ لینے پر اُنہوں نے اُسے معاف کر دیا۔ اور اپنے ہاں آنے کی اجازت دے دی۔ اور اس کے لئے خاص طور پر صدقہ کرتیں۔ مگر باوجود اس کے حسرت سے ساتھ کہتیں۔ معلوم نہیں میں نے جو اقرار کیا تھا وہ پورا ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے صدقہ کی تعیین کیوں نہ کر دی۔ تو بہت سے لوگ حیران تھے کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو اقرار کیا ہے وہ پورا ہوا ہے یا نہیں تب

خدا تعالیٰ کی رحمت

جوش میں آئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتایا کہ جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اقرار پورا ہوا یا نہیں۔ ان کے لئے یہ وصیت کا طریق ہے۔ اس پر عمل کرنے سے وہ اپنے اقرار کو پورا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ

وصیت میں شرط

ہے کہ

"خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں"

پس کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ طریق پر وصیت کرے اور اس پر قائم رہے۔ مگر کامل الایمان نہ ہو۔ وہ لوگ جن کے دل پر عدم اطمینان تھا۔ اور وہ اس وجہ سے بے چین تھے کہ خبر نہیں ان کا اقرار پورا ہوا ہے یا نہیں ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کے الہام کے ماتحت یہ رکھ دیا کہ وہ وصیت کریں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے۔ اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھایا"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وصیت کرنا اور اس پر قائم رہ کر

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اقرار کو پورا کرتا ہے۔ اس وصیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حد بندی کر دی ہے اور وہ یہ کہ زیادہ سے زیادہ ⅓ حصہ کی وصیت کی جائے۔ اور کم از کم ۱/۱۰ کی۔ یہ تو مرنے کے بعد کے متعلق ہے۔ اور زندگی میں ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان اس حد تک خرچ کر سکتا ہے کہ وہ رشتہ دار جو اس کے ذریعہ پل رہے ہوں انہیں دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اور اس شرط کے ماتحت خواہ وہ اپنا نصف مال دے دے یا تین چوتھائی دے دے۔ مگر اتنا دے کہ جن لوگوں کی پرورش اس کے ذمہ ہے وہ دوسروں کے محتاج نہ ہو جائیں۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ایک ذریعہ رکھا ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنے کا۔ جس وقت آپ نے یہ طریق بیان کیا اسی وقت یہ بھی لکھ دیا تھا کہ

"ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو وہ ہمیں اس کارروائی میں اعتراضوں کا نشانہ بنا دیں۔ اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اس کو بدعت قرار دیں لیکن یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں"

چنانچہ مخالفین نے اس پر ہنسی اور تمسخر کیا اور کہا کہ ایک ٹکٹ ہے کہ بہشتی دروازہ کی طرح یہ بہشتی مقبرہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ اس دروازہ اور بہشتی مقبرہ میں بہت فرق ہے۔ اپنے مال کی وصیت کرنا علامت ہے نیکی اور تقوےٰ کی

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار

چاہتا تھا کہ اس کا کوئی ظاہری ثبوت ہو۔ اس کی علامت وصیت رکھی گئی۔ اور یہ دائمی قربانی ہے یعنی جب تک ایک انسان زندہ رہتا ہے۔ اسے یہ قربانی کرنی پڑتی ہے۔ مگر دروازہ سے گذر جانا تو معمولی بات ہے اس کے لئے کوئی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔

تو وصیت معیار ہے مومنوں کے ایمان کو پرکھنے کا۔ مگر باوجود اس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے بہت سے لوگ ہیں جو ابھی تک اس کی عظمت سے واقف نہیں اور جس طرح قاعدہ ہے کہ جب کوئی نیا نظام اور مسئلہ جاری ہوتا ہے۔ تو اکثر لوگ اس کے سمجھنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگوں نے

وصیت کے معاملہ کی حقیقت

کو بھی نہ سمجھا بلکہ انہوں نے نہ سمجھا جن کے سپرد اس کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی ایسی وصیتیں کی گئیں کہ ایک شخص کی ماہوار آمدنی تو کئی سو کی تھی مگر اس کا مکان معمولی حیثیت کا تھا۔ اس نے مکان کی وصیت کر دی۔ اور لکھ دیا کہ اس کا ⅓ حصہ میں وصیت میں دیتا ہوں۔ حالانکہ اگر اندازہ لگایا جاتا تو مکان کا جو حصہ وصیت میں دیا گیا وہ آمدنی ایک سال کا بھی نہیں تھا کہ ماہوار آمدنی کا تیسواں حصہ بھی بن سکتا۔ میں نے اس کی اصلاح کی میں نے کہا

مقبرہ بہشتی کی غرض

یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کو جمع کیا جائے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ مگر کون خیال کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو چار سو روپیہ ماہوار کماتا ہے۔ مگر باپ دادے کے ورثہ میں آئے ہوئے معمولی مکان کے دسویں حصہ کی وصیت کر دیتا ہے تو یہ اس نے بہت بڑی قربانی کی۔ ۔۔۔ اپنے ۔۔۔ [illegible]

ہو جاتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور جن کے متعلق

آئندہ نسلوں کا فرض

ہوگا کہ خاص طور پر دعا کریں اگر ایسے آدمی کو کوئی مخلص اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا سمجھتا ہے۔ اور وہ چھوٹا نہیں تو ہم اُسے بے وقوف ضرور کہیں گے اور سمجھا جائے گا کہ اس کے دماغ میں نقص پیدا ہو گیا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کا نظام تو اس لئے قائم کیا ہے کہ مخلصوں کی جماعت کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے۔ مگر ان مخلصوں میں ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو ہر مہینہ اپنے لباس یا کھانے یا اپنی بیوی بچوں کے لباس یا کھانے پر جتنا صرف کرتا ہے اُتنا یا اس سے بھی کم چندہ دے دیتا ہے۔ یہ کامل الایمان ہونے کی علامت نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی ایسی وصیتیں نکلی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہوار آمدنی کو چھوڑ کر معمولی مکان کی وصیت کرنے کا طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منشاء کے مطابق نہ تھا۔ مثلاً ایک شخص وصیت کرتا ہے جس کا معمولی مکان تھا اس نے اپنی وصیت میں لکھا کہ اس وقت میری جائداد نہیں ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ملازم ہوں میری تنخواہ چار روپے ہے۔ اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کی خدمت میں ادا کرتا رہوں گا۔ اگر آئندہ میری کوئی جائداد یا تنخواہ بڑھ جائے تو اس کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے۔ اور میرا ایک مکان سیاست مالیر کوٹلہ میں ہے وہ خاص میری ملکیت ہے۔ اس میں اور کسی کا حصہ اور حق نہیں ہے اس کے آٹھویں حصہ کی بھی انجمن احمدیہ مالک ہے۔" چونکہ مکان آمد پیدا کرنے والا نہ تھا اس لئے اس وصیت کے لحاظ سے جائداد قرار نہ دیا گیا تو وصیت کے لئے

دسویں حصہ سے مراد

اس آمد کا دسواں حصہ ہے جس پر گذارہ ہو۔ ایک زمیندار ہے اگر وہ اپنی زمین کا دسواں حصہ وصیت میں دے دیتا ہے تو وہ وصیت کا حق ادا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے گذارہ کا ذریعہ زمین ہی ہے۔ مگر ایک ملازم جو تین چار سو ماہوار تنخواہ پاتا ہے یا ایک تاجر جسے تجارت کی آمدنی ہے۔ وہ اگر وصیت میں جدی مکان کا کچھ حصہ دے کر پچاس یا ساٹھ یا سو روپیہ دے دیتا ہے تو وصیت کے منشاء کو پورا نہیں کرتا وصیت کے لحاظ سے وہ جائداد والا نہ تھا اس کی آمد تھی اسے وصیت کا حصہ دینا چاہئے تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو

ترکہ کا لفظ

لکھا ہے یعنی وصیت کرنے والے کے تمام ترکہ سے مقررہ حصہ وصیت میں دیا جائے

پھر کہا اگر کوئی شخص صرف دھوتی اور کرتہ چھوڑ دے تو اس کو اس کا ترکہ قرار دیا جائیگا اور پھر اس کا دسواں حصہ لے کر سمجھ لیا جائے گا کہ اس نے وصیت کا حق ادا کر دیا۔ پس جب کپڑوں کا ایک جوڑا بھی ترکہ کہلا سکتا ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ

"اگر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے"۔

اس کا کیا مطلب ہوا۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء جائداد نہ ہونے سے یہ تھا کہ ایسا شخص جو ننگا پھرتا ہو اُسے بغیر وصیت کے دفن کیا جائے۔ دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک چلے جاؤ کوئی ایسا انسان نظر نہ آئے گا جو اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہو۔ ہے اور گرد ریت ہی لپیٹے ہوئے ہو گا یا کیلے کے پتے ہی باندھے ہوئے ہو گا وہی اس کا ترکہ اور جائیداد ہوگی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہنا کہ جس کی جائداد نہ ہو اس کا تقویٰ اور خدمت دین دیکھی جائے گی بے معنی کلام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کبھی خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک شخص دین کی بڑی خدمت کرنے والا بڑا متقی ہے مگر

مادر زاد ننگا

رہتا ہو اگر اس کے پاس لنگوٹی ہو گی تو وہی اس کا ترکہ ہوگا کیونکہ جو چیز انسان مرنے کے بعد قبر میں نہیں لے جاتا اور پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کا ترکہ ہے۔ پس اس طرح کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس کی کوئی جائداد نہ ہو اگر لنگوٹی باندھے رہتا ہوگا تو اسے بھی مرنے کے بعد کفن پہنا دیا جائیگا اور اس کی لنگوٹی قبر سے باہر رہ جائے گی یا اگر اس کی کھیس یا پرانی جوتی ہو گی۔ اور وہ قبر سے باہر رہے گی تو وہی ترکہ ہو گا۔ پس یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا انسان ملے جس کی ترکہ کے لحاظ سے کوئی جائیداد نہ ہو۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا ہے کہ جس کی جائیداد نہ ہو اس کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کا اور طریق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ

جائداد نہ ہونے سے مراد

آمدنی کا نہ ہونا ہے یعنی جس کے گذارہ کی کوئی معین صورت نہ ہو۔ اور وہ بغیر جائداد کے وصیت کر سکتا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے مجھے رپورٹ پہنچی تھی کہ کسی شخص نے لکھا ہے کہ وصیت کی اس تشریح کے ماتحت بہت سے لوگوں کو

ابتلاء آرہا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جتنی وصیتیں اس تشریح کے بعد کی گئی ہیں اتنی کبھی پہلے نہیں کی گئیں۔ اگر ابتلاء کا یہی ثبوت ہے تو میں یہی کہوں گا کہ

" ایسا ابتلاء روز روز آئے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

> بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
> گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا تعالیٰ کے بعد اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کفر ہے تو خدا کی قسم میں بڑا کافر ہوں۔ پس اگر جماعت کے ابتلاء کا یہی ثبوت ہے کہ بہت سے لوگ صحیح طریق پر وصیتیں کر رہے ہیں تو ایسا ابتلاء روز روز ہونا ہے۔ ہاں ایسا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے ابتلاء آیا ہے۔ مگر ابتلاء تو تب کہا جائے جب اس بارہ میں

کسی قسم کا جبر

کیا جائے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وصیت کرانے کے لئے جبر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نیکی ہے جو کر سکتے ہیں کریں۔ اگر کوئی کہے میں ظہر یا عصر کی چار رکعت نہیں پڑھ سکتا دو پڑھوں گا تو ہم اسے کہیں گے نماز پڑھنا چاہتے ہو تو پھر چار ہی پڑھو اس میں فائدہ ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چلو تم دو یا ایک ہی رکعت پڑھ لو۔ کیونکہ یہ کسی کو نمازی بنانے میں کافی نہیں۔ نمازی کے لئے ضروری ہے چار ہی پڑھے۔ اسے کوئی ابتلاء نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح وصیت کے بارے میں احمدی کے لئے ابتلاء کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ تیسری کوئی نہیں۔ یا تو یہ کہ ہر ایک احمدی کو مجبور کیا جائے کہ وہ ضرور وصیت کرے تب کمزور لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری آمدنی اتنی نہیں کہ ہم وصیت کر سکیں۔ مگر وصیت کرنا تو اپنی مرضی پر ہے۔ اور یہ اخلاص کے پرکھنے کا معیار ہے

ایمان کا معیار نہیں ہے

ایمان کے لئے یہ کافی ہے کہ کوئی کہے میں خدا کو واحد لاشریک مانتا ہوں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ خدا کے سچے نبی ہیں اور اپنے زمانہ کے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتا ہوں۔ جو شخص یہ اقرار کرتا ہے اسے کوئی

اسلام اور احمدیت

سے نہیں نکال سکتا اس کے اعمال خراب ہوں گے تو اسے خدا تعالیٰ پکڑے گا مگر کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسے اسلام سے نکال دے۔ ہاں اگر وہ ان کا انکار کرے گا تو خود اسلام سے نکل جائے گا۔ البتہ

مقررہ نظام

سے آدمی کو نکالا جاتا ہے۔ اگر وہ ایسے کام کرے جس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہو، کوئی فتنہ برپا ہوتا ہو تو اسے جماعت سے علیحدہ کیا جاتا ہے مگر احمدیت سے نہیں نکالا جاتا اور جماعت سے نکالنے اور احمدیت سے علیحدہ کرنے میں فرق ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جب کسی کا بیٹا نافرمان ہو جائے تو اُسے عاق کر دیا جاتا ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ بیٹا ہی نہیں یا وہ نطفہ تو اسی کا ہوتا ہے۔ ہاں ملک کر کام نہ کرنے کی وجہ سے اسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جسے جماعت سے نکالا جاتا ہے اسے احمدیت سے نہیں نکالا جاتا جب تک وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے تو

وصیت کے متعلق

اگر مجبور کیا جاتا تب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ٹھوکر کا باعث ہے یا جو روپیہ وصیت کا آتا ہو وہ کسی ایک شخص کی جائداد بن رہا ہو میرے یا میرے بیوی بچوں پر خرچ ہوتا ہو تو کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس روپیہ کو

دین کی اشاعت

کے لئے خرچ کرنے کو کہا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا ہمیں اگر یہ روپیہ دین کے لئے لیا جاتا ہے اور دین پر خرچ کیا جاتا ہے تو پھر یہ کہنے سے کہ وصیت خاص لوگوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو

خاص قربانی

کر کے خاص درجہ حاصل کریں تو اس میں ابتلاء کی کونسی بات ہے یہ ایسی ہی بات ہے کہ گورنمنٹ ایف۔ اے میں اس طالب علم کو داخل کرتی ہے جو انٹرنس پاس ہو اب کوئی انٹرنس تو پاس نہیں ہے۔ اور کہے گورنمنٹ مجھے ایف۔ اے میں داخل نہیں ہونے دیتی اور مجھ پر بڑا ظلم کرتی ہے تو یہ ظلم کس طرح ہوا۔ جب تک ایف۔ اے میں داخل ہونے کی شرط نہ پوری کی جائے اُس وقت تک داخلہ کی اجازت کس طرح مل جائے۔ پس ابتلاء کی کوئی بات نہیں جس شخص نے یہ بات لکھی ہے اسے ابتلاء آیا ہو تو خبر نہیں لیکن احمدیوں کو نہیں آیا بلکہ وصایا میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے۔

اس وقت میں پھر دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کرے کہ اسے پتہ لگ جائے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کر رہا ہے۔ تو وہ اشاعت اور اصلاح کے لئے اپنے مال کے کم از کم ۱/۱۰ حصہ کی اور زیادہ سے زیادہ ۱/۳ حصہ کی وصیت کرے اگر اس کا گذارہ تنخواہ پر ہو تو تنخواہ کے حصہ کی کرے اور اگر جائداد کی آمدنی پر ہے تو اس کی کرے۔ اس کے بعد وہ خدا تعالیٰ کے حضور انہی لوگوں میں رکھا جائے گا جو ایفائے عہد کرتے ہیں۔

(الفضل ۱۹ ۵)

حیاتِ جاوداں اور وصیّت

(بقیہ صفحہ اوّل)

متقی جنت ایسی ہوں گی کہ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سُنا ہے اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں اس کا خیال تک گذرا ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بہشتی زندگی کا تعلق صرف آخرت ہی سے ہے اور اس دُنیا میں اس کے کچھ آثار نہیں۔ بلکہ اسی دُنیا سے اس کے آثار اور اس کی لذات شروع ہو جاتی ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے

"من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی و اضلّ سبیلا" (بنی اسرائیل-۷۳)

یعنی جو شخص اس دُنیا میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا بلکہ اندھوں سے بھی بدتر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:-

"یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہو جاتا ہے اور وہ اسی جگہ میں اپنے پیارے کا درشن پا لیتے ہیں۔ جس کے لئے وہ سب کچھ کھوتے ہیں۔

غرض مفہوم اس آیت کا یہ ہے کہ بہشتی زندگی کی بنیاد اسی جہان سے پڑتی ہے اور جہنمی نابینائی کی جڑ بھی اسی جہان کی گندہ اور کورانہ زیست ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۷۶)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:-

"اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اس دُنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظل ہے۔ وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملے گی بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے۔ اور ہر ایک کی بہشت اسی کا ایمان اور اسی کے اعمالِ صالحہ ہیں جن کی اسی دنیا میں لذت شروع ہو جاتی ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۷۶)

حضرت اقدس علیہ السلام آیت کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھٰذا الذی رزقنا من قبل ..... الآیۃ (البقرہ-۲۶) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اللہ جلشانہٗ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لاتے اور اعمالِ صالحہ کرتے ہیں وہ اپنے ہاتھ سے ایک بہشت بناتے ہیں جس کے درخت ایمان اور جس کی نہریں اعمالِ صالحہ ہیں۔ اسی بہشت کا وہ آئندہ پھل بھی کھائیں گے اور وہ پھل زیادہ نمایاں اور شیریں ہوگا اور چونکہ وہ روحانی طور پر اسی پھل کو دنیا میں کھا چکے ہوں گے۔ اس لئے دوسری دنیا میں اس پھل کو پہچان لیں گے اور کہیں گے یہ تو وہی پھل معلوم ہوتے ہیں کہ جو پہلے ہم اسے کھانے میں آ چکے ہیں اور اس پھل کو اس پہلی خوراک سے مشابہ پائیں گے۔ سو یہ آیت صریح بتا رہی ہے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی محبت اور پیار کی غذا کھاتے تھے اب جسمانی شکل پر وہ غذا ان کو ملے گی اور چونکہ وہ پریت اور محبت کا مزہ چکھ چکے تھے اور اس کیفیت سے آگاہ تھے اس لئے ان کی روح کو وہ زمانہ یاد آ جائے گا کہ جب وہ گوشوں اور خلوتوں میں اور رات کے اندھیروں میں محبت کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی کو یاد کرتے اور اس یاد سے لذت اُٹھاتے تھے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۸۵)

ایک پیشگوئی

قرآن مجید میں جہاں جہاں قیامت کے متعلق یا مرتجزہ نظام کو درہم برہم کردیئے جانے کے بارے میں ذکر آتا ہے تو ایسے واقعات ایک رنگ میں اس دنیا پر بھی صادق آتے ہیں۔ چنانچہ سورہ تکویر میں اس قسم کی بہت سی علامات بیان کی گئی ہیں اور غور و فکر کرنے والے اہلِ دانش اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دراصل یہ پیشگوئیاں آخری زمانہ کے متعلق کی گئی ہیں جو کہ موجودہ زمانہ میں پوری ہو گئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ انہی میں سے ایک پیشگوئی یہ بھی ہے کہ "وإذا الجنّۃ اُزلفت" (تکویر-۱۴) یعنی اس زمانہ میں جہاں اعمال بد کی وجہ سے جہنم بھڑکائی جائے گی وہاں پر جنت "بھی قریب کر دی جائے گی" یعنی مطلب یہ ہے کہ حصولِ جنت کے قریب ترین وسائل مہیا کر دیئے جائیں گے۔ جنت کے کیا وسائل ہیں۔ وہی جو خدا تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں کہ اس کے بتائے ہوئے رستہ پر چل کر دین کو دنیا پر مقدم رکھنا۔ اور ہر قسم کی برائیوں سے بچنا۔ یہی وہ وسائل ہیں جن کو قرآن مجید میں مختلف پیرایوں میں مثالیں بھی دے کر بیان کیا گیا ہے چنانچہ اس میں شک نہیں کہ نظامِ وصیت کے ذریعہ ان ذرائع حصولِ جنت کو مہیا کر دیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید کی یہ پیشگوئی بھی موجودہ زمانہ میں اہلِ بصیرت کے لئے ایک روشن نشان ہے۔

بہشتی مقبرہ

اس قرآنی پیشگوئی کے پورے ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے متواتر وحی کے ذریعہ یہ اطلاع دی کہ اب آپ کی وفات قریب ہے اور کشفاً آپ کو اپنی قبر کی جگہ دکھلائی گئی تو ساتھ ہی جماعت کے برگزیدہ لوگوں کا مدفن بھی دکھلایا گیا جس کا نام بہشتی مقبرہ بتلایا گیا۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعۂ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے"۔ (الوصیت ص۱۹)

چنانچہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۱۹۰۵ء میں جب حضرت علیہ السلام کو بار بار آپؑ کی وفات کی خبر دی گئی تب حضور نے اپنی ذاتی زمین اس قبرستان کے لئے وقف فرمائی۔ اور حضور نے تین دفعہ اس کے لئے دعا فرمائی ہے کہ خدا تعالےٰ اس زمین کو ان لوگوں کی آرامگاہ بنائے جو دین کو دنیا پر مقدم کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلائیں۔ اور اس زمین میں دفن ہونے والوں کے لئے چند شرائط بھی تحریر فرمائیں جن کو مفصل طور پر الوصیت میں پڑھا جاسکتا ہے۔ تاہم اس کا مختصر ذکر آئندہ بیان کیا جائے گا۔

رحمت کی جگہ

حضور اقدس علیہ السلام بہشتی مقبرہ کے متعلق بہت سی بشارتیں ملنے کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنزل فیھا کلّ رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے ....

اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں"۔ (الوصیت ص۲۲)

وصیت اور جنت

احادیث شریف میں یہ ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اپنے اعمال کے زور سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ بھی؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں بھی سوائے اس کے کہ خدا تعالےٰ مجھے اپنے فضل میں ڈھانپ لے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے جنت کا سودا بھی کیا ہے۔ فرمایا

"اِنّ اللہَ اشتریٰ من المؤمنین انفسھُم و اموالھُم باَنّ لھُمُ الجنّۃ" (توبہ-۱۱۲)

کہ اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور اموال خرید لئے ہیں اس لئے کہ اس کے بدلہ میں ان کو جنت ملے گی یعنی جنت حاصل کرنے کا یہ ذریعہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنی جانیں اور اموال خدا کو دے دیئے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی اصل کو "وصیۃ" کے نظام کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہارے ایمان کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتا ہے اگر تم میں سچا ایمان ہے، اگر تم جنت کے طلبگار ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری حیاتِ جاوداں آسائش میں گذرے، اگر تم خدا تعالےٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی جائدادوں اور اموال کا ۱/۱۰ سے ۱/۳ حصہ تک اسلام اور مصالح اسلام کی اشاعت کے لئے دے دو۔ گویا قرآنی الفاظ کے مطابق ہم اس کا مفہوم یوں بیان کریں گے کہ تم اپنے اموال کا ۱/۱۰ حصہ خدا کو بیچ کر جنت خرید لو۔

نظامِ وصیت کو سمجھنے کے لئے ہر ایک احمدی کو ضروری ہے کم از کم ایک دفعہ حضرت اقدسؑ کی کتاب "الوصیۃ" کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ یہاں صرف دو اہم شرائط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام وصیت کے اموال کے مصارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایات اس سلسلہ کے اشاعتِ اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا ...."

(الوصیت ص۲۳)

ایک دوسری شرط اس قبرستان میں دفن ہونے والے کے لئے آپ یہ تحریر فرماتے ہیں:-

"اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔ اور سچا اور صاف مسلمان ہو۔" (الوصیت ص۲۱)

متعلق شرائط اور قواعد کے لئے کتاب الوصیۃ کا مطالعہ فرمائیں جہاں حضور اقدس علیہ السلام نے ان سب شرائط کو تفصیلاً تحریر فرمایا ہے۔

ایمان کی آزمائش

مصائب و مشکلات اور رکاوٹوں میں انسان ثابت قدم رہ کر انعام کا مستحق بنتا ہے۔ انسان پر آزمائش دور بھی آتے ہیں۔ اور ابلیس اس کے پیچھے لگا ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ اس امتحان میں ثابت قدمی و استقلال سے کام لے کر ایمان کو مضبوط کرتا ہے تو وہ جنت کا مستحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔ (آل عمران - ۱۷۹) یعنی یہ نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اسی حالت میں جس پر کہ تم ہو چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ پاک اور ناپاک میں امتیاز نہ پیدا کر دے۔

اس آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ہر مامور کے ذریعہ خبیث اور طیب میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وصیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

بلاشبہ اس نے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلا توقف اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الٓمّٓ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اسی قدر پر راضی ہو جاؤں کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اور ابھی انکا امتحان نہ کیا جائے؟"
(الوصیت صفحہ ۲۲ - ۲۳)

اسی طرح آپ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:-
"ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے اور اپنا صدق ظاہر کر دیا ہے بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذرے گا اور اس سے ان کی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ (تتمہ الوصیت صفحہ ...)

فنزادھم اللّٰہ مرضاً لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی۔" (الوصیت صفحہ ۲۳)

ایک شبہ کا ازالہ

اکثر ناواقف لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ اس مقبرہ میں دفن ہونے والا ہی جنت کا مستحق ہو اور دوسرے سب لوگ دوزخ کے مستحق۔ حالانکہ ایسے معترضین کو نظام وصیت کا علم نہیں ہوتا کہ وہ ہے کیا چیز۔ اس کی روح کیا ہے۔ اس کی اغراض کیا ہیں۔ مطلب یہ نہیں کہ وہ خاص زمین کسی کو جنتی بنا دیتی ہے بلکہ منشاء یہ ہے کہ بہشتی لوگ ہی اس میں دفن ہوں جنہوں نے اپنے صدق و وفا اور ایثار و قربانی سے جنت کا استحقاق پیدا کیا ہے۔ اور تا ایسے لوگ یکجا دفن ہو کر آئندہ نسلوں کے لئے نمونہ ہوں اور اُن میں بھی ایثار و قربانی اور محبت الٰہی کا جذبہ پیدا ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"کوئی نادان اس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔" (الوصیت حاشیہ صفحہ ۲۵ - ۲۶)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:-
"واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں۔" (الوصیت صفحہ ۲۰)

وصیت کی اہمیت

یہ تصور درست نہیں کہ وصیت کا نظام صرف معمولی چندوں کا سا نظام ہے۔ اور اس کا مقصد صرف تبلیغ و اشاعت اسلام ہی ہے بلکہ یہ ایک ہمہ گیر اور عالمگیر نظام ہے جس میں دنیا کی مشکلات کے ازالہ کے لئے بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ خود حضور فرماتے ہیں:-

"اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ

امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔" (الوصیت صفحہ ۲۳)

دیکھا آپ نے! حضرت اقدس علیہ السلام کی نظر کتنی دوررس تھی۔ آپ نے خود اس نظام کی اہمیت ان مختصر فقرات میں نہایت فصاحت کے ساتھ بیان فرما دی ہے۔ آپ کے نزدیک ابھی ایسا دور بھی آنے والا تھا جس کی ضروریات کو قبل از وقت بیان نہیں کیا جا سکتا تھا وہ کیا ہے؟ یہی موجودہ اقتصادی بدحالی کا دور۔ دنیا چاروں طرف سے چلّا اٹھی ہے کہ ہماری مشکلات کا ازالہ ہونا چاہیئے، ہمیں ضروریات زندگی کے پورا کرنے کے ذرائع میسر ہونے چاہئیں۔ خود ہندوستان کی موجودہ اقتصادی حالت کا بیان وزیر اعظم پنڈت نہرو اپنی ایک تقریر میں یوں کرتے ہیں کہ:-

"پنج سالہ پلانوں کے باوجود امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب بنتے جا رہے ہیں۔"
(الجمعیۃ دہلی ۲۹ر اگست ۱۹۶۳ء)

اس حقیقت سے آج کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر ملک میں غرباء کی حالت بہت ہی خراب ہے اور اس کا اظہار وقتاً فوقتاً اخبارات و جرائد میں ہوتا رہتا ہے۔ لیکن سوال جو حل طلب ہے اور جس کی طرف بہت ہی کم محاذی توجہ دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان موجودہ مشکلات کا ازالہ کیسے ہو۔ کس طریق کو اپنایا جائے کہ دنیا میں ذرائع معاش کے حصول کے لئے سہولت پیدا ہو اور کسی بھی طبقہ کو شکایت نہ رہے۔

کمیونزم کی آواز

انہیں مشکلات سے نپٹ کر دنیا کو خوشحالی کی طرف لانے اور امیر و غریب کے امتیاز کو مٹانے کے لئے کارل مارکس نے اٹھارویں صدی میں کمیونزم یا اشتراکیت کے نظریات پیش کئے۔ لیکن اس میں بے شمار خامیاں ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کو ایک غیر فطری قانون کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کمیونزم انفرادی جدوجہد کے رستہ میں روک ثابت ہوتا ہے۔ اس کے نظریات کے مطابق جمہوریت کی بجائے ایک مستحکم ڈکٹیٹر شپ رائج ہوتی ہے۔ علم کے حصول میں بھی ایک روک بن جاتی ہے کیونکہ ہر ایک یہ سمجھے گا کہ میں خواہ تھوڑا علم حاصل کروں یا زیادہ پیٹ بھرنے کے لئے گذارہ مل ہی جائے گا۔ اسی طرح اشتراکیت جبر کی حامی ہے۔ تشدد سے امراء کے اموال پر قبضہ کر لینا روا رکھتی ہے۔ اور اس کے نزدیک خالص دماغی قابلیتیں بغیر ہاتھ کے کام کے کوئی قیمت نہیں رکھتیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ اور مذہب و عبادات کو محض افیون قرار دے دیتا ہے۔ گویا سارا زور اس کا صرف پیٹ ہی کی طرف ہے اس لحاظ سے یہ تحریک بھی دنیوی مشکلات کے ازالہ کے لئے کارگر نہیں ہو سکتی۔

اسلام کا نظام

ساری دنیا میں ہمیں صرف ایک ہی راستہ نظر آتا ہے جو ان مشکلات کے ازالہ کے لئے تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ اور وہ راستہ ہے اسلام کا۔ اگر تمام دنیا اسلام کے بیان کردہ نظام اور اس کی تعلیمات کے مطابق اپنے معاشرہ کو ڈھال لے تو نہ غریب کو شکایت رہے گی اور نہ ہی امیر کو رنج۔ نہ خدا اور رسُول سے ہاتھ دھو نے پڑتے ہیں اور نہ جبر و تشدد و استحصال کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ جب تک معاشرہ میں ایک بالا ہستی کا تصور موجود نہ ہو جس کے آگے مرنے کے بعد جوابدہی ہوگی تو اس وقت تک صحیح طور پر کوئی قانون بھی ان مشکلات سے نجات نہیں دے سکتا۔

اسلام نے اپنے نظریات کی بنیاد روحانیت پر رکھتے ہوئے دنیوی اموال کے لئے بھی بہترین قوانین تجویز کئے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں تفصیلات کی گنجائش نہیں صرف اسی پر اکتفا کروں گا کہ اسلام نے غلامی کو یکسر مٹا دیا۔ جنگوں پر پابندیاں لگا دیں۔ اور کسی قسم سے بھی جبر کو روا نہیں رکھا۔ اگر کبھی دفاعی طور پر جنگ کا سامنا ہو بھی جائے تو اس جنگ اور اس کے قیدیوں کے لئے نہایت منصفانہ احکام جاری کر دیئے اور اس بات پر زور دیا کہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ پھر جنگوں کی روک تھام کے لئے لیگ آف نیشنز کا بے نظیر قانون پیش کیا۔

اسی طرح غرباء کی تکالیف دور کرنے کے لئے مختلف احکام صادر کئے جن میں سے ایک اہم حکم ورثہ کی تقسیم کا ہے۔ روپیہ اور اجناس وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی سے منع کیا۔ سُود لینے اور دینے کی ممانعت کی۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں سرمایہ داری اپنے پنجے سرطان کی طرح گاڑ دیتی ہے۔ اور پھر زکوٰۃ کا قانون مروّج کیا کہ جب قدر کسی کے پاس کسی قسم کی بھی جائداد ہو ایک سال گذر جانے پر بھی اڑھائی فی صد اس کا سالانہ ٹیکس ادا کیا جائے۔ اس کے علاوہ صدقات وغیرہ کی تعلیم بھی دی جس کے ذریعہ غرباء کی مشکلات کا ازالہ کیا جائے۔

اسلامی نظام کی مزید تقویت

موجودہ زمانہ میں اسلام کے اس نظام کی مزید تقویت کے لئے خاتم الخلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا سے دکھ کو دور کرنے کے لئے منشائے الٰہی کے مطابق ایک سکیم تیار کی۔ اور وہ سکیم ۱۹۰۵ء میں نظام وصیت کے ذریعہ رائج کی گئی۔ ہو سکتا ہے یہاں کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ جب اسلام نے ایک کامل ضابطۂ حیات مقرر کر دیا تھا تو پھر ایک نئی سکیم چلانے کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ سکیم اسلامی اصول کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اسلام نے جہاں اموال پر زکوٰۃ وغیرہ کے ذریعہ ٹیکس لگائے ہیں وہاں پر طوعی قربانیوں کا راستہ کھلا رکھا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:-

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ؕ

(البقرہ - ۱۹۶)

یعنی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور احسان کرو کیونکہ یقیناً اللہ تعالیٰ محسنوں سے محبت رکھتا ہے۔

لیکن ان طوعی قربانیوں کے لئے اسلام نے کوئی قید مقرر نہیں کی۔ چنانچہ اس کے مطابق مختلف وقتوں میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق لوگوں سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا اور ہر زمانہ میں اس کی الگ الگ تعبیریں کی گئیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے مطابق ان طوعی قربانیوں کے لئے ایک سکیم مرتب کی اور اعلان فرمایا کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی جنت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ اپنے اموال کا ۱/۱۰ سے ۱/۳ حصہ تک اپنی خوشی سے خدا کی راہ میں دیں۔ اور یہ اموال اشاعتِ اسلام کے علاوہ ان یتیموں، مسکینوں اور نو مسلموں کے لئے مددگار ثابت ہوں گے جو کامل طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے۔

نظامِ وصیت اور سرمایہ داری

کارل مارکس نے جو آواز سرمایہ داری کے خلاف اٹھائی ہے اور اس کی بیخکنی کے لئے جو نظریات پیش کئے ہیں وہ نہ کامیاب ثابت ہوئے ہیں اور نہ ہی ہوں گے لیکن ذرا نظامِ وصیت پر غور کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ نظام طوعی طور پر لوگوں سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور ۱/۱۰ حصہ جائیداد کی ادائیگی کے مقابلہ میں جنت کو رکھتا ہے۔ لوگ اس کو چٹی نہیں سمجھتے بلکہ خوشی خوشی اس سودے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مطالبہ صرف ایک ہی نسل سے نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا نتیجہ یہ ہوگا کہ چند ہی نسلوں میں تمام احمدیوں کی جائیدادیں نظامِ احمدیت کے قبضہ میں آ جائیں گی اور اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں الوصیۃ تحریر فرمائی اور اس کا مسودہ باہر بھیجا تو خواجہ کمال الدین صاحب نے اس نظامِ وصیت کے دور رس نتائج کو کسی حد تک بھانپ لیا تھا وہ اس مسودہ کو پڑھتے جاتے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہتے جاتے:-

"واہ او ئے مرزیا احمدیت دیاں جڑاں لا دتیاں نی"

یعنی واہ مرزا تو نے احمدیت کی جڑوں کو مضبوط کر دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ خود اس نظام کے پابند نہ رہے۔

نئی زمین نیا آسمان

احمدیت کا یہ نظام ملکی اور قومی حدود میں مقید نہیں بلکہ سب قوموں، ملکوں اور زمانوں کے لئے وسیع ہے اور تمام دنیا کے احمدی ہو جانے کی صورت میں ساری دنیا کی جائیدادیں اس کے ذریعہ نظامِ احمدیت کی عملداری میں آ جائیں گی۔ اور انسانوں کے باہمی تعلقات ایک نئے قانون کے ماتحت نیا رنگ اختیار کر لیں گے۔ جس میں حقیقی مساوات، انصاف، تعاون اور ہمدردی کارفرما ہوگی۔ اس حالت کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف میں یوں کھینچا گیا ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حالتِ کشف میں دیکھا کہ میرے اندر خدا حلول کر گیا ہے۔ اور میرا کچھ باقی نہیں رہا بلکہ سب خدا کا ہو گیا ہے گویا میں خدا بن گیا ہوں اور پھر میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ:-

"ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں؟"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۵)

یہی وہ نیا نظام ہے جس کے ذریعہ دنیا کے دُکھ درد کو ختم کیا جائے گا۔ اور ہر فرد بشر کی باعزت روزی کا سامان مہیا جائیگا اس کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دُکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائیگا۔ انشاء اللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا کیونکہ وصیت بچوں کی ماں ہوگی۔ جوانوں کی باپ ہوگی عورتوں کا سہاگ ہوگی اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس کے ذریعہ سے مدد کرے گا۔ اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائیگا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب۔ نہ قوم سے قوم لڑے گی بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا۔" (نظامِ نو صفحہ ۱۱۱)

یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اس دعویٰ پر آج اندھی دنیا ہم پر ہنستی ہے اور سمجھتی ہے کہ یہ تو دیوانے معلوم ہوتے ہیں لیکن مستقبل بتا دے گا کہ یہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

نئے نظام میں ہمارا حصہ

اس میں قطعاً کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ خدا اور رسول کے وعدے برحق ہیں اور وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے اور آئندہ دُنیا میں ایک نیا نظام قائم ہوگا جس کے آسمان و زمین نئے ہوں گے۔ لیکن ہم نے اپنی ذمہ داریوں کا جائزہ لینا ہے یہ بات ہمیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ نظامِ وصیت میں شامل ہو کر ہم نہ صرف اپنے لئے بلکہ اسلام کی قومی زندگی کے لئے آبِ حیات کا ایک ایک گھونٹ جمع کرتے رہتے ہیں۔ اگر ہم سے اس معاملہ میں کوتاہی سرزد ہوتی ہے تو یہ ہماری حیاتِ جاوداں کے لئے ایک خطرے کی گھنٹی ہے قوموں کی زندگی مامور وقت کی آواز پر لبیک کہنے میں ہی مضمر ہے اور پھر ہمارا مامورِ وقت کی آواز پر لبیک کہنا اور نظامِ وصیت میں شامل ہونا دوسرے معنوں میں نہ صرف ساری دنیا کی مشکلات کے ازالہ کا عزم صمیم ہے بلکہ خود ہماری اخروی حیات کے لئے سامانِ آسائش مہیا کر لینا ہے۔ اور اس طرح دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ہمیں وہی پوزیشن حاصل ہوگی جو آسمان کے کروڑہا اور اَن گنت مدھم ستاروں میں روشن اور چمکدار ستاروں کو حاصل ہے۔

ذرا غور تو کیجئے انسان اپنے نفس اور اپنے بیوی بچوں کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلتا ہے۔ ایک چیز اگر اس کو کسی دکان سے نہیں ملتی تو شہر کی ساری دکانیں چھان مارتا ہے۔ اگر ایک شہر میں نہیں ملتی تو دوسرے شہروں میں تلاش کرواتا ہے صرف اس لئے کہ اپنی یا اپنے بیوی بچوں کی خواہش کا احترام اس کے دل میں ہوتا ہے۔ تو کیا پھر خدا تعالیٰ اور اس کے مقدس نبی کی آواز اور خواہش کا کوئی احترام نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (الانفال - ۲۹) یعنی اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے ایک فتنہ اور آزمائش کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اجر عظیم ہے پس ہمیں اپنے بیوی بچوں کے مطالبات پورا کرنے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے مطالبات پورے کرنا اور سب سے بڑھ کر اس کی خواہش کا احترام کرنا لازمی ہے کہ اسی میں ہماری حیاتِ جاوداں کا سِرّ رہا ہے۔

حسرت نہ لیجئے

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ؕ (المنافقون - ۱۱)

یعنی قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کیا کرو ورنہ بعد میں یہ کہنا پڑے گا کہ اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دے دی کہ میں بھی صدقہ و خیرات کر کے تیرے صالح بندوں میں اپنا شمار کر لیتا۔

اس کے مطابق ہمیں نظامِ وصیت میں جلد سے جلد شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ بعد میں ہمارے دلوں میں حسرت باقی نہ رہے کہ ہم بھی اس نظام میں شامل ہوتے۔ جن احباب نے اس نظام میں شمولیت اختیار کی ہے وہ بہت خوش قسمت ہیں۔ اور میں ان احباب سے جو ابھی اس نظام میں شامل نہیں ہوئے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جلد اس آبِ حیات کو حاصل کرنے کی کوشش فرمائیں۔

فرمانِ مصلحِ موعودؓ

میں اپنے اس مضمون کو حضرت مصلح موعود متعنا اللہ بطولِ حیاتہٖ کے الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:-

"پس تم جلد سے جلد وصیتیں کرو۔ تاکہ جلد سے جلد نظامِ نو کی تعمیر ہو اور وہ مبارک دن آ جائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی میں اُن دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو سکیں اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اُٹھائے کہ آخر اُسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ قادیان کی وہ بستی جسے کوردِہ کہا جاتا تھا۔ جسے جہالت کی بستی کہا جاتا تھا اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دور کر دیا۔ جس نے ساری دنیا کی جہالت کو دور کر دیا۔ جس نے ساری دنیا کے دُکھوں اور دردوں کو دور کر دیا۔ اور جس نے ہر امیر اور غریب کو، ہر چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور اُلفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا فرما دی۔"

(نظامِ نو صفحہ ۱۱۱)

مسئلہ تثلیث — موجودہ مسیحیت کی رگِ حیات

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

(قسط ۵)

قسطنطین کی شرکت

قسطنطین کی موجودگی میں اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ "ایریوس" جو مجلس کی نظر میں ملزم تھا۔ سب سے پہلے اس کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ وہ جب ایک ایسے ملزم کے طور پر کھڑا ہوا جس کو اپنے فردِ جرم کے خلاف صفائی پیش کرنی ہو تو اس نے قسطنطین یا مجلس کو خوش کرنے کے لئے کوئی ذومعنی یا گول مول بات نہیں کہی۔ بلکہ اپنا دعویٰ نہایت صاف اور روشن الفاظ میں بیان کیا۔

"ایریوس" کی تقریر سنتے ہی شرکاءِ مجلس فوراً ہی تین حصوں میں بٹ گئے۔ ایک فریق ایریوس کی پوری پوری تائید کی۔ دوسرا فریق مخالف تھا۔ اس نے بڑے شد و مد سے ایریوس کی مخالفت کی۔ اس وقت "اثاناسیوس" اس گروہ کی سربراہی کر رہا تھا۔ تیسرا فریق ان دونوں کے بین بین تھا۔ یوسی بیوس آف نکومیڈیا اس کا سرگروہ تھا۔

اس مجلس میں قسطنطین نے لمبی تقریر کی اور سامعین کو متنبہ کیا کہ یہ روز روز کا جھگڑا اچھا نہیں۔ اس لئے آپ سب لوگ عیسوی مذہب کا کوئی ایسا خلاصہ یا عقیدے کا کوئی ایسا مسودہ تیار کرنا چاہئے جس پر سبھی اتفاق کر سکیں۔ قسطنطین کی اس تقریر کے بعد سب سے پہلے "ایریوس" نے عقیدے کا ایک مسودہ پیش کیا۔ وہ جب مجلس کے سامنے پڑھا گیا تو فریق مخالف نے اس کو بالکل بے اصل قرار دیا۔

اس کے بعد مسئلہ "بنوتِ مسیح" یعنی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی حیثیت پر مباحثہ شروع ہوا "اثاناسیوں" کی طرف سے اس کے کئی اجزاء پیش کئے گئے۔ ایریوس اپنا پہلو بچاتے ہوئے ہر بات کی تائید کرتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایریوسیوں نے اس مجلس میں مصالحانہ رویہ اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ان کی صلح پسندی دیکھئے کہ جب "اثاناسیوس" نے یہ کہا کہ "بیٹا اصل خدا ہے" تو ایریوسیوں نے اس کی نفی کرنے کی بجائے یہ جواب دیا کہ ہاں بشرطیکہ وہ ایسا مصنوع ہوا ہو۔

کونسل آف نائیسیا کا متفقہ عقیدہ

غرض اس مجلس میں اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں آخر اثاناسیوں کی طرف سے عقیدے کا ایک مسودہ پیش کیا گیا جس کی عبارت حسب ذیل تھی:۔

ہم ایمان رکھتے ہیں ایک خدا پر جو باپ ہے اور مالک ہے سب کا بنانے والا ہے ان چیزوں کا جو دیکھی جاتی ہیں اور ان کا جو نہیں دیکھی جاتی ہیں اور ایمان رکھتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح خدا کے فرزند پر جو پیدا ہوا ہے اکیلا مولود یعنی پیدا ہوا ہے۔ اس جوہر سے جو باپ کا ہے خدا ہے خدا کا۔ نور ہے نور کا۔ اصلی خدا کا ہے اصلی خدا کا۔ مولود ہے مصنوع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اور باپ ایک جوہر سے ہیں۔ اسی نے بنایا ہے۔ تمام اشیاء کو جو آسمان پر ہیں یا زمین پر۔ جس نے ہم آدمیوں کے لئے اور ہماری نجات کے لئے نزول کیا آسمان سے اور وہ مجسم کیا گیا۔ اور بنایا گیا انسان۔ صلیب پر چڑھایا گیا اور اُٹھا تیسرے دن۔ اور چڑھ گیا آسمان پر اور آئے گا پھر مردوں اور زندوں کے درمیان عدل کرنے کے لئے۔ اور ایمان رکھتے ہیں ہم روح القدس پر۔

یہ ہے عبارت اس تحریر کی جو اثاناسیوس نے مجلس نیقیہ میں پیش کی۔ اور جو عقیدہ متفقہ نیقیہ یعنی کونسل آف نائیسیا کا فیصلہ کہلاتی ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ "ثالوثیوں" نے اس میں سوچ سوچ کر ایسے جملے رکھے ہیں جن سے یسوع مسیح کی الوہیت کا اقرار ہو۔ اور لوگ عقیدہ تثلیث کو مرد یک چشم کی طرح ایک ہی آنکھ سے دیکھنے پر مجبور ہوں۔ پھر بھی ان کی گھبراہٹ یا بوالہوسی دیکھئے کہ اس عبارت سے بھی ان کی پوری تسلی نہیں ہوئی۔ اور اس پر چند اور فقروں کا اضافہ کیا گیا۔ وہ یہ ہیں۔

لیکن جو کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا تھا کہ وہ نہ تھا۔ اور کہتے ہیں کہ مولود ہونے سے پہلے وہ نہ تھا۔ اور اس کا وجود ایسی چیز سے ہوا جو پہلے نہ تھی۔ یا جو لوگ مانتے ہیں کہ خدا کے فرزند کی ذات یا اس کا جوہر خدا کی ذات اور خدا کے جوہر سے جدا ہے۔ یا یہ کہ وہ مصنوع تھا یا تابع تغیر و تبدل ہے۔ تو کلیسیا ایسے تمام لوگوں کی تکفیر کرتی ہے۔

کلمہ طیبہ

"عقیدہ متفقہ نیقیہ" پر جو یہ حاشیہ چڑھایا گیا ہے اسے دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ یہ عقیدہ ہے یا ایریوس کے خلاف اعلانِ جنگ۔ اثاناسیوس اور اس کے ساتھیوں نے جوشِ تعصب میں یہ بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ عقیدے کی تعریف کیا ہے؟ عقیدے میں لچک اور ایک گونہ اجمال کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ عقیدہ نہیں بلکہ محسوسات و مشاہدات کا اقرار ہو جائے گا ایک طرف ہم عقیدے کی یہ لمبی چوڑی عبارت دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اسلام کا کلمۂ توحید دیکھتے ہیں تو دونوں میں پتھر اور ہیرے کا فرق نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کا کلمہ کتنا مختصر ہے مگر کتنا جامع۔ موسیو سیباں نے "تمدن عرب" میں کتنا صحیح لکھا ہے کہ

روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں۔ جن کا اختصار اور جن کی جامعیت حیرت انگیز ہے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

بہر صورت نائیسیا کی اس مجلس میں یہ عبارت پڑھی گئی اور چونکہ یہ اکثریتی فرقے کی طرف سے مرتب کی گئی تھی۔ اس لئے ثالوثیوں نے فوراً اس کی منظوری دیدی اور اب یہی ثالوثیوں کا متفقہ عقیدہ قرار پایا۔ عقیدے کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ "اثاناسیوس" اور اس کے ساتھیوں نے اس میں وہ تمام الفاظ رکھ دیئے تھے۔ جن کے بعد مجلس ایریوس کی تکفیر کرنے پر مجبور ہو۔ اور یہی ہوا۔ ادھر اس کی منظوری ملی۔ ادھر ثالوثیوں کی طرف سے "ایریوس" کی تکفیر کر دی گئی۔ اسے کلیساؤں سے خارج کر دیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ قسطنطین نے اس کو "الگیریا" کی طرف جلاوطن بھی کر دیا۔

اس مجلس میں ایریوس کے جو ہمدرد تھے انہوں نے بھی ایک دن کے غور و فکر کے بعد عقیدے کی اس عبارت پر دستخط کر دیئے۔ لیکن جب ان کے سامنے ایریوس کی تکفیر کا نسخہ پیش کیا گیا۔ تو ان میں سے دو نے بڑی جرأت دکھائی اور اس فتویٰ تکفیر پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا یعنی یوسی بیوس اسقف نکومیڈیا اور تھیوگنس (THEOGNIS) اسقف نیقیہ اس جرم میں ان دونوں کو بھی جلاوطنی کا حکم سنایا گیا۔

کلیسیا کی تاریخ میں یہی مجلس "کونسل آف نائیسیا" یا مجلس نیقیہ کہلاتی ہے۔ اور یہی عبارت اس کونسل کا فیصلہ۔ آج تثلیث کی تشریح اسی عبارت سے کی جاتی ہے۔

عید الفصح

اس مجلس میں اور بھی کئی باتیں منظور کی گئیں۔ عید الفصح وایسٹر کے بارے میں فیصلہ کیا گیا کہ تمام کلیساؤں میں ایک ہی دن منائی جائے۔ سنہ عیسوی جاری کرنے کا فیصلہ بھی اسی مجلس میں کیا گیا۔

قوانین نیقیہ

اس کے علاوہ چند قوانین بھی منظور کئے گئے۔ جو قوانین نیقیہ کہلاتے ہیں۔ ان میں سے ایک قانون یہ تھا کہ کسی اسقف یا قسیس کو سود لینے کی اجازت نہیں۔ تیسرے قانون میں کلیسیا کے عہدیداروں کو گھر میں عورت رکھنے کی ممانعت کی گئی۔

اس اجماع پر تبصرہ

"کونسل آف نائیسیا کی اس رپورٹ سے ظاہر ہے کہ تثلیث کی موجودہ حیثیت پر مسیحیوں کا اتفاق چوتھی صدی عیسوی میں ہوا۔ لیکن اس اتفاق یا اجماع کا جو حال ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس عقیدے پر دستخط کرتے وقت کئی اسقفوں نے عقیدے کی صحت سے زیادہ بادشاہ کی خوشنودی اور مصلحتِ وقت کا خیال رکھا۔ خود بادشاہ نے تو اس وقت ایریوس کو قابلِ تعزیر سمجھ کر اس کے خلاف سخت فرمان جاری کیا۔ مگر ۳۳۶ء میں یعنی چند سال بعد وہ ایریوس کا ہم خیال ہو گیا۔ اور جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو اس نے نکومیڈیا کے چرچ میں ایک ایریسی اسقف کے ہاتھ پر بپتسمہ لیا۔

اجماع کا پس منظر

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مجلس نیقیہ سے پہلے افریقہ کے چرچوں میں دوناٹسی فرقوں کا جھگڑا پیدا ہوا تھا قسطنطین نے وہ جھگڑا طے کرنے کیلئے اسی قسم کی ایک مجلس طلب کی تھی لیکن وہ تصفیہ کرانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مسیحیوں کے اس اختلاف سے وہ بہت رنجیدہ خاطر تھا۔ اور خطرہ تھا کہ ردِ عمل کے طور پر وہ کلیسیا کی سرپرستی سے باز نہ آ جائے۔ اس خوف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یوں قسطنطین کلیساؤں کی سرپرستی ضرور کرتا تھا۔ مگر ابھی تک اصطباغ لے کر وہ کسی کلیسیا کا باقاعدہ ممبر نہیں بنا تھا۔

مجلس نیقیہ میں جو اساقفہ شریک ہوئے تھے ان میں سے اکثر اس صورتِ حالات پر متفکر تھے انہیں اندیشہ تھا کہ مبادا اس مجلس کا انجام بھی ناکامی پر نہ ہو۔ اور قسطنطین مسیحیت سے برگشتہ ہو جائے۔ خصوصاً وہ لوگ جو کلیسیا کی خدمت اخلاص سے کر رہے تھے۔ زیادہ متفکر تھے جیسے یوسی بیوس آف نکومیڈیا۔ یوسی بیوس آف قیصریہ "منفوکلیس" اسقف نیقیہ یہ سب ایریوس کے ہم خیال تھے۔ لیکن جب اثاناسیوس نے اس مجلس میں یکطرفہ رویہ اختیار کیا اور کلیساؤں میں افتراق و انشقاق کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ان اسقفوں نے بھی مصلحتاً عقیدے کی اس عبارت پر دستخط کر دیا۔

(باقی)

صوبہ بہار کی بعض جماعتوں کا تبلیغی و تربیتی دورہ

از مکرم مولوی عبید الحق صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ علی مرنار و ڈسٹرکٹ مظفرپور

اللہ تعالےٰ کے فضل اور جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ قادیان دارالامان کی اجازت سے خاکسار نے ۱۲ر جون کو دورہ شروع کیا۔ صبح آٹھ بجے مظفرپور سے روانہ ہو کر ایک بجے دن پٹنہ پہنچا محترم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ کے دولتکدہ پر قیام رہا۔ ایک کتاب کتابت وغیرہ کے لئے پریس میں دی۔ احباب جماعت سے ملاقات کی۔

شادی خانہ آبادی محترم ڈاکٹر صاحب کی نسبتی بہن اور محترم پروفیسر شاہ عزیز احمد صاحب و ڈاکٹر خورشید احمد صاحب کی ہمشیرہ کی اردول میں شادی تھی۔ برات خریب پور ضلع بھاگلپور سے آ رہی تھی۔ ۱۳ر جون کو ہم لوگ اردول پہنچ گئے۔

بعد نماز مغرب محترم شاہ محمد توحید صاحب مرحوم کی کوٹھی پر مجلس عقد منعقد ہوئی۔ اور عزیزہ زکیہ روحی صاحبہ بنت محترم شاہ محمد توحید صاحب مرحوم کا نکاح محترم سید زبیر حسن صاحب ولد سید ظہور حسن صاحب مرحوم کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ مہر کے عوض پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح خاکسار نے پڑھا آخر میں دعا ہوئی۔ اقرباء و متعلقین کے علاوہ متعدد رؤسا علاقہ و پٹنہ نے شرکت فرمائی۔ اس تقریب سعید کے بعد مدعوین اور غرباء کو کھانا کھلایا گیا۔ تا شب ساٹھ آٹھ سو افراد نے کھانا کھایا اور ہر مذہب و فرقہ کے لوگوں نے شرکت کی۔ ۱۵ر جون دس بجے دن اجتماعی دعا کے ساتھ رخصتانہ ہوا۔ بزرگان سلسلہ و احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو دینی اور دنیوی اعتبار سے جانبین کے لئے بابرکت بنائے۔ آمین۔

رانچی اور سملیہ ۱۵ر جون رات دس بجے پٹنہ سے روانہ ہو کر ۱۶ر جون ۱۰ بجے صبح رانچی پہنچ گیا۔ انفرادی تبلیغ و تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ محترم الحاج سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ رانچی کے بنگلہ پر قیام رہا۔ ۱۶ر کو محترم مولوی سید بدر الدین احمد صاحب معلم وقف جدید سملیہ سے پہنچ گئے اور ہم دونوں سملیہ پہنچے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اب سملیہ میں قریباً تیسرا حصہ احمدیت قبول کر چکے ہیں اور باقی لوگ بھی احمدیت کے قریب ہو رہے ہیں۔ محترم مولوی صاحب بڑی محنت اور قربانی سے اس علاقہ میں تبلیغ و تربیت کا کام انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کی مساعی کو قبول فرماوے۔ آمین۔ سملیہ میں تبلیغ و تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ نئے احمدیوں سے ملاقات ہوئی۔ سب دوست بغلگیر ہوئے۔ اللہ تعالےٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ مخالفت کی شدید آندھیوں کے بعد اللہ تعالےٰ نے احمدیت کو اس علاقہ میں نفوذ عطا فرمایا ہے۔

دوست گھیرا ڈالے بیٹھے رہتے اور تبلیغ و تربیت کے مختلف موضوعات پر گفتگو جاری رہتی اور سوال و جواب اور تفہیم و تفہیم کا سلسلہ بھی جاری رہا علاوہ ازیں ۱۷ر جون کو بعد نماز مغرب و عشاء ایک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں مولوی صاحب کے زیر تربیت بچوں نے تلاوت الحانی کے ساتھ بعض تبلیغی و تربیتی نظمیں پڑھیں۔ بعدہٗ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے موضوع پر ایک تقریر کی جس میں غیر احمدی دوستوں نے بھی شرکت کی لیکن بارش ہو رہی تھی اس لئے غیر احمدی دوست زیادہ تعداد میں شریک نہ ہو سکے اس لئے خاکسار نے "ایک احمدی کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر تقریر کی۔

سملیہ کے دوران قیام مدرسہ احمدیہ کا معائنہ کیا اردو عربی نماز، ترجمہ قرآن کریم بچوں سے سنا اللہ تعالےٰ کے فضل سے بچے جلد جلد ترقی کر رہے ہیں۔

اردو اردو میں گذشتہ سال نئی جماعت قائم ہوئی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب مولوی فضل عمر صاحب، مبلغ، وہاں پہنچے تو مخالفت زیادہ شروع ہوگئی۔ غیر احمدی علماء نے مضافات میں بہت اشتعال پھیلا دیا۔ اور نوبت مقدمہ بازی تک پہنچ گئی اور جماعت کے لوگ تتر بتر ہو گئے۔ آخر مولوی صاحب موصوف کو بھی اپنا سامان اٹھا کر رانچی جانا پڑا تاہم اردو کے بعض نوجوان محترم مولوی سید بدر الدین صاحب سے اور رانچی کے دوستوں سے آ کر ملتے رہے۔ لیکن وہ کسی صورت میں بھی اس کے لئے تیار نہ ہوتے تھے کہ کوئی مبلغ دورہ کے لئے اردو جائے۔ کہ مبادا پھر مخالفت شروع نہ ہو جائے۔

ان حالات کے پیش نظر خاکسار اور مولوی سید بدر الدین صاحب بغیر اطلاع کئے ۱۸ر جون کو دس بجے دن اردو پہنچ گئے بستی کے لوگوں نے دور سے دیکھا اور بعض دوست ہماری طرف بڑھے اور بغلگیر ہوئے۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے لیکن کسی نے ہمیں اپنے مکان پر بیٹھنے کے لئے جگہ نہ دی تاکہ وہ گھبراتے تھے کہ بعد میں انہیں دوسرے لوگ پریشان کریں گے۔ خاکسار نے کھڑے کھڑے انہیں تبلیغ شروع کر دی اور وہ خاموشی کے ساتھ ان باتوں کو سنتے رہے اور تائید بھی کرتے رہے۔ دو آدمی اجنبی دوسری بستی سے بھی پہنچ گئے تھے انہوں نے اعتراضات پیش کرنا شروع کر دیئے خاکسار ان کے جوابات دیتا رہا۔ آخر ان میں سے ایک شخص نے ہماری تائید بھی کی۔ بستی والوں میں سے صرف ایک شخص نے کچھ اعتراضات کئے جس کے جوابات دیئے گئے باقی لوگ خاموشی سے سنتے رہے اڑھائی گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا اور خاکسار کھڑا رہا۔ تب ان لوگوں میں سے اکثر ایک ایک ہو کر منتشر ہو گئے۔ کچھ احمدی دوست موجود تھے تب ہم لوگ "دخلی" صاحب احمدی نوجوان کے گھر پر ملاقات کے لئے پہنچے کیونکہ وہ کسی معذرت کی وجہ سے ہمیں ملنے کے لئے نہ آ سکے تھے۔ انہوں نے ہمارے ٹھہرنے کا انتظام کیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اس موقعہ پر صرف احمدی نوجوان ہی ہمارے گرد بیٹھے رہے۔ کچھ ہم سے سنتے رہے اور احمدیت کی تائید میں ظاہر ہونے والے امور وہ بیان کرتے رہے۔ تب ہم چار افراد نے ظہر و عصر کی نمازیں ایک ساتھ جمع کیں اور وہاں سے الوداع ہو کر شام تک پھر سملیہ میں پہنچ گئے۔ اور وہیں یہ بات طے پائی کہ مولوی سید بدر الدین صاحب ایک ماہ میں ایک مرتبہ اردو کا دورہ کیا کریں گے۔

۱۹ر جون کو خاکسار نے سملیہ میں نماز جمعہ پڑھائی۔ جماعت احمدیہ کی سملیہ میں یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو ادا کی گئی۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو استقامت عطا فرماوے اور نماز جمعہ کو ہمیشہ جاری رکھنے کی توفیق بخشے آمین۔ آئندہ کے لئے سملیہ میں مولوی نصیر الدین صاحب خطیب مقرر ہوئے جو پہلے بھی جبکہ وہ غیر احمدی تھے غیر احمدیوں کو جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔ مولوی سید بدر الدین صاحب کا قیام اگرچہ سملیہ میں ہی ہے۔ لیکن آپ نماز جمعہ رانچی میں جا کر پڑھاتے ہیں۔

۲۰ر کو خاکسار رانچی واپس پہنچ گیا۔ زیر تبلیغ دوستوں سے ملاقات کی اور بعض معززین نے بھی رانچی شہر کے لوگ بھی اب زیادہ عزت کی نگاہ سے احمدیت کو دیکھنے لگے ہیں۔ اور رواداری کا ثبوت دینے میں پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ ایک جلسہ بھی ہمارے آنے سے ایک روز قبل منعقد ہوا۔ جس میں سب فرقہ کے لوگوں کو باہمی اتفاق و اتحاد سے رہنے کی وعظ و تلقین کی گئی بشارت یہ کروٹ موجودہ حالات کی وجہ سے لی گئی ہے اللہ تعالےٰ اس تبدیلی کو اہل رانچی کے لئے مبارک کرے۔ تاکہ یہ لوگ دوسروں کا نہیں تو کم از کم اپنا ہی نفع نقصان سمجھنے کی توفیق پائیں۔ آمین۔

جمشید پور ۲۲ر کو دو بجے دن جمشید پور پہنچا۔ محترم مولوی محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر کے مکان پر قیام رہا۔ احباب نے بتایا کہ جمشید پور کے لوگوں نے پچھلے دنوں جو قیامت کا زلزلہ دیکھا، اس کی بعض تفصیلات اخبارات میں آ چکی ہیں۔ گذشتہ سال ایک نوجوان بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے تھے جن کا نام مہر محمد نقی تھا۔ نیک اور صالح نوجوان تھے۔ سلسلہ کے شدید ترین مخالف باپ کے بیٹے تھے۔ گذشتہ فسادات میں شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ باقی سب احمدی اللہ تعالےٰ کے خاص فضل سے محفوظ رہے۔ البتہ جب یہ لوگ بحفاظت تمام کیمپوں میں پہنچ گئے تو فسادیوں نے گھر کا سامان لوٹ لیا۔ اکثر احمدیوں کا سامان بالکل محفوظ رہا اور جن کا سامان لوٹا گیا وہ بھی آہستہ آہستہ واپس ملنا شروع ہو گیا۔

گول مور میں محترم سید محمد احمد صاحب سیکرٹری مال مقیم ہیں یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے۔ ایک عالیشان مسجد بھی ہے سیرت النبیؐ کے موضوع پر مسجد میں جلسہ منعقد کرنے کی کوشش کی گئی جس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ محترم سیکرٹری صاحب کے مکان پر ہی جلسہ منعقد ہوا جس میں اکثر غیر احمدی شریک ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر ہوئی۔ سامعین نے اچھا اثر لیا۔

۲۶ر جون کو سید ظہیر الحق صاحب کے مکان پر نماز جمعہ ادا کی گئی۔ ولنبلونکم بشیء الخ کی آیت کریمہ پر خطبہ دیا صبر و دعا اور توکل علی اللہ کی اہمیت بیان کی گئی۔ جمشید پور کے فسادات کے بعد ٹلکو اور ٹسکو وغیرہ کمپنیوں نے جس فراخدلی کے ساتھ مسلمانوں کی مالی امداد کی ہے وہ قابل تحسین و تشکر ہے اب اللہ تعالےٰ کے فضل سے شہر میں امن و امان ہے۔ اور گورنمنٹ نے بھی امن قائم رکھنے کے لئے تسلی بخش انتظام کر رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ درندہ نما انسانوں کی آنکھیں کھولے اور یہ لوگ انسانیت کی قدر پہچانیں۔ نماز کے بعد کیرنگ کے احمدی دوستوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ لوگ جانی مالی لحاظ سے ہر طرح محفوظ رہے ہیں۔

۲۷ر کی شام خاکسار محترم پراونشل امیر

صاحب کی معیت میں موسیٰ بنی مائینز پہنچا۔ موسیٰ بنی مائینز کے مضافات میں بھی خطرناک فسادات ہوئے تھے فسادات کیا تھے مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔ شہر میں بھی نہایت خطرناک صورت حالات پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن انگریز کمپنی کے زور دینے پر بروقت ملٹری پہنچ گئی۔ تین جگہ مسلمان جمع ہو گئے تھے۔ احمدیہ محلہ۔ غلام باری صاحب ایم۔اے کا مکان اور عنایت کریم صاحب کی کوٹھی۔ شہر میں صرف دو مسلمان دھوکے میں مارے گئے۔ باقی سب محفوظ رہے۔ احمدیہ محلہ میں اردگرد کے غیر احمدی مسلمان بھی جمع ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ محلہ مالی جانی اعتبار سے کلیۃً محفوظ رہا۔ ایک احمدی دوست چار میل کے فاصلہ پر دکان کرتے تھے۔ وہ بھی مع بیوی بچوں کے بحفاظت تمام معجزانہ طور پر موسیٰ بنی مائینز پہنچ گئے۔ موسیٰ بنی مائینز میں درحقیقت اڑیسہ کے احمدی آباد ہیں۔ اس لئے ان سے پتہ چلا کہ اڑیسہ کے فساد زدہ علاقوں میں احمدی دوست بھی آباد تھے۔ بالخصوص رورکیلا میں کافی احمدی مع اہل و عیال آباد تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب لوگ معجزانہ طور پر بچائے گئے۔ یہ ایک طویل داستان ہے جو نہایت ایمان افزا اور احمدیت کی صداقت کا تازہ نشان ہے۔ جسے چند سطور میں بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ امتیازی سلوک جماعت احمدیہ کے ساتھ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر جاری و ساری ہے۔ بہرحال اڑیسہ۔ بہار اور بنگال کے فسادات میں صرف ایک احمدی دوست شہید ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ آمین۔

۲۸ مرتبہ کو محترم پراونشل امیر صاحب مولوی سید غلام مہدی صاحب مبلغ۔ محترم محمد ابراہیم صاحب نائب صدر۔ محترم عطاء الرحمن صاحب اور خاکسار مولوی عبد الباری صاحب ایم۔اے کی ملاقات کے لئے گئے۔ حالات حاضرہ کے متعلق اور کچھ تبلیغی گفتگو بھی ہوئی۔ غیر احمدی احباب کی مسجد بھی دیکھی۔ اور اس میں وقت مسجد کے نمازیوں کے ہدایت پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ اجتماعی دعا کی گئی۔ ابھی دعا ختم ہی کی تھی کہ محترم حافظ صاحب نے جو مسجد کے خطیب بھی ہیں دعوت چائے دی۔ اور اس دعوت سے فارغ ہو کر ہم لوگ واپس احمدیہ مسجد میں پہنچ گئے۔ رات کو جلسہ ہوا۔ جس میں موسیٰ بنی مائینز کے تمام سرکردہ غیر احمدی دوست شریک ہوئے۔ مولوی عبد الباری صاحب نے جلسہ کی صدارت کی اور محترم حافظ صاحب نے تلاوت قرآن کریم۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک خاکسار نے سیرت النبی ﷺ۔ نماز اور [illegible] اتفاق کے موضوع پر تقریر کی۔ مذہب اور منافرت پھیلانے کی برائیاں بیان کیں اور علماء کے متشددانہ تکفیر کو مسلمانوں کے لئے ہلاکت کا باعث بتایا۔ ختم نبوت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ اطمینان سے لوگ سنتے رہے یہ سب باتیں اگرچہ میں نے ایک احمدی مبلغ ہونے کے اعتبار سے بیان کر دیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج فساد زدہ علاقوں کے مسلمانوں کے دلوں سے یہی آواز اٹھ رہی ہے جسے وہ عمل اعلان بیان کر رہے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ موسیٰ بنی مائینز کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ غیر احمدی اس فراخدلی کے ساتھ احمدی جلسہ میں شریک ہوئے۔ اور رواداری کا ثبوت دیا۔ صاحب صدر نے صدارتی تقریر کی اور محترم پراونشل امیر صاحب نے حاضرین جلسہ کا جماعت کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور بعد دعا یہ اجلاس بخوبی انجام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۲۹ ر کی صبح کو ہم لوگ جمشید پور روانہ ہوئے۔ محترم پراونشل صاحب تو جمشید پور ہی رہ گئے۔ اور خاکسار عازم پٹنہ ہوا۔ ۳۰ رمئی صبح سات بجے محترم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب کے دولتکدہ پر پہنچ گیا۔

اظہار الحق

اظہار الحق کی طباعت کے لئے — رپورٹ میں ایک تصنیف اظہار الحق کی طباعت کے لئے اشارہ گیا تھا یہ تصنیف "اظہار الحق" ہے جو مولوی نور محمد صاحب ٹانڈوی کے رسالہ "امراض مرزا" کے جواب میں لکھی ہے۔ اس تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ گذشتہ سال ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اخبار دعوت کے سابق ایڈیٹر مولانا سلمان ندوی صاحب سے اتفاقاً ختم نبوت کے موضوع پر تبادلہ خیالات ہوا جس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ نیز جماعت اسلامی کے بعض دوسرے علماء مقامی سے بھی تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ جس سے متعدد حاضرین پر خوشگوار اثر پڑا۔ اسی طرح "تبلیغی جماعت" "دیوبندی" اور بریلوی علماء سے تبادلہ خیالات وقتاً فوقتاً پُرامن ماحول میں ہوتا رہا۔ جس کا سامعین پر احمدیت کے حق میں بہت خوشگوار اثر پڑا۔ بلکہ پورے شہر اور مضافات میں بلکہ دربھنگہ تک غیر احمدیوں میں مشہور ہو گیا۔ کہ ایک احمدی بہاری مبلغ کے مقابلہ میں تمام غیر احمدی علماء شکست کھا گئے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی مبلغین عقائد کے میدان میں ہمیشہ غالب ہوا کرتے ہیں لیکن خود غیر احمدیوں کے اعتراف کو خاکسار نے ایک نیک فال یقین کیا۔ مظفرپور میں ایک مشہور و معروف عربی دینی مدرسہ "جامع العلوم" ہے جہاں ہر سال "دستار بندی" ہوتی ہے حسن اتفاق سے یہ مدرسہ خاکسار کے مکان سے بہت قریب واقع ہے۔ جب اس محلہ میں خاکسار کا اثر و رسوخ بڑھا۔ تو طبعاً ان لوگوں کو فکر ہوئی۔ چنانچہ نائب مہتمم مدرسہ مولانا اختر الزماں صاحب کے ساتھ بھی تبادلہ خیالات ہوا۔ اور اس کا بھی سامعین پر یہی اثر ہوا۔ کہ مولانا شکست کھا گئے ہیں اس کے بعد مولانا موصوف نے مظفرپور اور مضافات کے تمام سرکردہ مسلمانوں کو مدرسہ میں مدعو کیا۔ اور مشورہ کیا کہ احمدی مبلغ کو بھگانے کے لئے کیا اقدام کیا جائے کسی نے مارپیٹ کا مشورہ دیا کسی نے بائیکاٹ کا اور کسی نے علمی مقابلہ کا۔ علمی مقابلہ کے لئے پورے بہار میں نگاہ دوڑائی گئی۔ تو کوئی ایک بھی انہیں دکھائی نہ دیا۔ تب یو۔پی سے مولوی نور محمد صاحب ٹانڈوی کے تشریف لانے پر اتفاق ہو گیا ٹانڈوی صاحب پہنچے تین پہلے روز ہی اس قدر لوگوں میں اشتعال پیدا کر دیا۔ کہ خاکسار کے مکان پر حملہ ہونے لگا اور دروازہ پر مدرسہ کے شریر لڑکوں نے بہت کچھ شور و غل کیا۔ خاکسار اس روز ایک جلسہ میں شرکت کے لئے "چھپرہ" گیا ہوا تھا۔ مکرم ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب نے بروقت قدم اٹھایا اور فتنہ فرو ہو گیا۔ دوسرے روز خاکسار پہنچ گیا۔ ٹانڈوی صاحب نے بجائے خاکسار کے ساتھ گفتگو کرنے کے عوام میں احمدیت کے خلاف اشتعال پھیلانا شروع کر دیا۔ فضا سخت مسموم و مشتعل ہو گئی۔ ایک ماہ سے کچھ روز کم وہ مظفرپور میں رہے۔ ہر روز اشتعال انگیز تقریر کرتے تھے۔ جماعت احمدیہ کا بائیکاٹ کرنے اور خوف و ہراس پھیلانے کے لئے انہوں نے اور مدرسہ جامع العلوم کے علماء نے کافی کوشش کی۔ کچھ دنوں کے بعد ان میں خود ہی پھوٹ پڑ گئی اور اخبارات میں مدرسہ کے علماء کی تذلیل کے مضامین شائع ہونے شروع ہو گئے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام انی مھین من اراد اھانتک پورا ہونا شروع ہو گیا۔ مظفرپور کے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا جو بیڑا اٹھایا تھا اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب ایک قیامت خیز عذاب کے یہ لوگ شکار ہو جائیں گے لیکن خاکسار نے احباب جماعت میں ہمیشہ دعا کی تحریک کی اور قادیان دار الامان بھی لکھتا رہا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آنکھیں کھول دے کہ یہ صداقت کو قبول کر کے عذاب الٰہی سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب فضا بالکل صاف ہے۔ سب لوگوں سے پہلے کی نسبت تعلقات زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔ بہت سے لوگ احمدیت کے قریب آ گئے ہیں۔ جن میں بعض غیر احمدی علماء اور خطباء بھی ہیں۔ بزرگان سلسلہ درویشان کرام و احباب سے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علاقہ کے مسلمانوں کو فوج در فوج ہو کر احمدیت کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

ٹانڈوی صاحب نے ایک رسالہ بنام "امراض مرزا" بھی تقسیم کیا تھا جس کا جواب خاکسار نے "اظہار الحق" کے نام سے شائع کیا ہے جس کا اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ اظہار الحق چھیالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے ساتھ چار صد روپے کا انعامی چیلنج بھی دیا گیا ہے۔

احباب کرام سے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کی سعی کو قبول فرمائے اور اس میں ایک خاص کشش اور جاذبیت رکھ دے جس سے سعید روحیں کثیر تعداد میں احمدیت کو قبول کریں اور اللہ تعالیٰ اس کا مالی بوجھ اٹھانے والوں پر اپنی خاص الخاص رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھولے آمین۔ "اظہار الحق" کی طباعت کے لئے خاکسار تین روز تک پٹنہ میں مقیم رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جواب تیار ہو چکا ہے۔ اور مظفرپور پہنچ چکا ہے۔

اجتماعی دُعا و صدقہ

۳ر جولائی تک خاکسار کو پٹنہ میں ہی قیام کرنا پڑا انشاءاللہ مع محترم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب کے بنگلہ پر ہی ادا کی گئی۔ حضرت المصلح الموعود ایدہ الودود کی صحت و سلامتی کے لئے اجتماعی دعاؤں اور صدقات کی خاص تحریک کا علم جمشید پور سے روانگی کے وقت ہو گیا تھا۔ پٹنہ پہنچ کر جناب ڈاکٹر صاحب نے بھی بتایا کہ اردلی میں کچھ روپیہ صدقہ کے لئے جمع کیا گیا ہے۔ چنانچہ خاکسار نے قرآن کریم کی آیت ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (الحج) پر خطبہ جمعہ پڑھا کہ قلبی تقویٰ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے نشانات کی عزت و تکریم کرنے سے وابستہ ہے اور حضرت اقدس کا وجود نہ صرف ایک نشان بلکہ رحمت کا نشان ہے۔ اور اسلام و احمدیت کی صداقت کا زندہ نشان۔ نماز جمعہ کے بعد اجتماعی دعا ہوئی۔ مرد و زن و بچگان سب نے اجتماعی دعا میں شرکت کی دعا کے بعد اجتماعی صدقہ جمع ہونا شروع ہوا جس میں چھوٹے بچوں تک نے حصہ لیا اندازاً ایک صد روپیہ جمع ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو شفا عطا فرمائے اور تا دیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین یا رب العالمین

محترم ملک محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ڈاکٹر دوڑنزی کے مکان کے ایک حصہ کی بنیاد رکھی جا رہی ہے وہاں پہنچ کر دعا کی گئی۔ ملک صاحب موصوف کی بیگم صاحبہ کو بعض پریشانیاں ہیں اور کچھ بیمار بھی ہیں احباب کرام سے ان کے لئے بھی درخواست دعا ہے

اظہار تشکر

۱۳ر جولائی ایک بجے دن خاکسار واپس مظفرپور پہنچ گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک بالآخر ان تمام احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس دورہ میں ہر طرح سے تعاون فرمایا اللہ تعالیٰ احباب کو بہترین جزاء عطا کرے۔ والسلام۔

موجودہ مالی سال کے لئے

تحریکِ چندہ خاص

احبابِ جماعت کی آگاہی کے لئے عرض ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کا نیا مالی سال یکم مئی سے شروع ہو چکا ہے۔ شروع ہونے والے بجٹ آمد و خرچ میں باوجود سلسلہ کے ضروری اور لازمی اخراجات میں کمی کرنے کے بجٹ اخراجات کے مقابل پر بجٹ آمد میں خاص کمی رہ گئی ہے جسے پورا کرنے کے لئے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت و منظوری سے احبابِ جماعت میں چندہ خاص کی یہ تحریک کی جا رہی ہے۔

سو احبابِ جماعت سے یہ درخواست ہے کہ وہ اپنی مشترکہ ذمہ واری کا احساس کرتے ہوئے اپنی ایک ماہ کی آمد کا کم از کم سواں حصہ بطور چندہ خاص ادا کریں۔ تاکہ خسارہ کا بجٹ مبلغ پچیس ہزار روپیہ کو پورا کیا جا سکے۔

مذکورہ بالا کم از کم شرح جملہ احباب کے لئے لازمی ہے لیکن صاحبِ حیثیت اور مخیر احباب سے توقع ہے کہ وہ اپنی حیثیت اور خدا تعالیٰ کے فضل کے مطابق اس تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر سلسلہ کی مشکلات کو دور کرنے میں معاون و مددگار ہوں گے۔

جس حسن ظنی اور اعتماد سے حضرت اقدس نے اس سال چندہ خاص کے بوجھ کی ذمہ واری کو ڈالنے کی منظوری عطا فرمائی ہے امید ہے کہ جملہ احبابِ جماعت اسی اخلاص اور بشاشت قلبی سے اس وقتی اور معمولی بوجھ کو کما حقہ برداشت کر کے اطاعتِ امام و نظامِ سلسلہ کا بہترین نمونہ پیش کریں گے اور خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں اور انعامات کے وارث بنیں گے۔

جملہ عہدیداران مال کو چاہیئے کہ وہ جلد از جلد چندہ خاص کی مجوزہ شرح کے مطابق چندہ دہندگان کے چندہ خاص کی تشخیص کر کے دوسرے لازمی چندہ جات کے ساتھ ساتھ چندہ خاص کی وصولی بھی پوری کوشش اور محنت سے شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو سو فی صدی پورا کرنے کی توفیق بخشے۔ اور حقیقی معنوں میں مسیح محمدی کے انصار کی جماعت میں شمار فرمائے آمین یا ارحم الراحمین

(ناظر بیت المال قادیان)

ایفائے عہد

ریڈیو پاکستان سے روزانہ کلام پاک کی تفسیر نشر ہوتی ہے۔ علماء کرام میں سے اکثر بہت ہی عمدہ تفاسیر بیان کرتے ہیں اور اپنی تفاسیر کو تائیدی احادیث سے مزین کرتے ہیں۔

چند روز کی بات ہے کہ خاکسار کو اسی سلسلہ میں ایفائے عہد کے متعلق چند ایک آیات کریمہ کی تفسیر سننے کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا موصوف بہت ہی عمدہ پیرایہ میں تفسیر فرما رہے تھے۔ آپ نے اس ضمن میں اس سب سے بڑے عہد کا تذکرہ فرمایا جبکہ خالقِ کائنات نے بنی نوع انسان سے اس بات کا عہد لیا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو نوعِ انسان نے یک زبان ہو کر سر تسلیم خم کر دیا۔

میں گوش بر آواز تھا کہ اب مولانا اس سب سے بڑے عہد کے متعلق کچھ مخصوص معلومات ہم پہنچائیں گے تا کہ ہم اس عہد کو مضبوطی سے اختیار کر لینے کے بعد پوری شانوں سے بھی اسلامی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکیں۔ مگر وائے افسوس کہ میرے کان تشنۂ سامعت ہی رہے۔ اور آپ نے چند ایک موزوں احادیث کو ایفائے عہد کی تائید میں پیش کرنے کے بعد اپنی تفسیر ختم کر ڈالی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

سوال یہ ہے کہ کیا آج نوعِ انسان اپنے اس سب سے بڑے عہد پر قائم ہے؟ کیا اس نے افضل ترین عہد کے پرخچے نہیں اڑا دیئے؟ ہر شخص اس جواب پر مجبور ہو گا کہ بیشک بے شک۔ تو پھر وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس جڑ کی طرف متوجہ ہوں اور اس کی آبیاری اور نشو ونما کے متعلق ان آیات کریمہ پر بھی نظر ڈالیں اور نیز احادیث مقدسہ پر بھی غور کریں کہ جن سے ہماری مقصد برآری ہو سکے۔ مگر علماء نے کرام ان باتوں پر کبھی بھی روشنی نہیں ڈالیں گے۔ ہائے افسوس! اُن کے کان ہیں پر سنتے نہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں پر دیکھتے نہیں اور ان کے دل ہیں پر سمجھتے نہیں۔ یہ اس لئے اور صرف اس لئے ہے کہ مسیح وقت کے انکار نے اُن کے کانوں، اُن کے دلوں اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ ربنا اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

مسیح وقت نے اپنے پیروؤں کو اس سب سے بڑے عہد پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم کر دیا۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ آج اس کی یہ مٹھی بھر جماعت اُن چھوٹے چھوٹے عہدوں سے نہایت آسانی کے ساتھ عہدہ برآ ہو رہی ہے۔ جو دوسروں کے لئے بہت ہی بھاری و بوجھل ہیں۔ آپ نے اپنی بعثت کے مقصد یعنی "ایمان باللہ" کو اپنے نشانات و کرامات سے ان کے دلوں میں راسخ کر دینے کے بعد دس شرائط بیعت میں اُن سے یہ عہد لیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"۔ چنانچہ یہ عہد (جو سب سے بڑا عہد) اُن کے لئے بالکل آسان ہو گیا۔ اور آج ایک دنیا شاہد ہے کہ اس عہد کے طفیل ہی احمدی جماعت خدا کے فضل و رحم کے ساتھ ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ اے کاش! علماء کرام اپنی تفاسیر بیان کرتے وقت کبھی اس طرف بھی غور فرمایا کریں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس صراط مستقیم کا پتہ دیا ہے اس سے منہ نہ پھیریں۔ آمین ثم آمین۔ ؎

باز خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
خوابی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار سید حمید الدین احمد سیکرٹری تبلیغ جمشید پور

درخواست دعا

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

محترم مولوی بی عبد اللہ صاحب فاضل مالاباری مبلغ انچارج کیرالہ تشخیص کے طور پر ہیڈ ریجنکمہ تھونکو مالیکٹ میڈیکل کالج ہسپتال میں داخل ہوئے ہیں۔ مرض کی تشخیص کے لئے X-Ray سے معائنہ کیا گیا ہے تشخیص تا حال مکمل نہیں ہوئی۔ پیٹ میں [illegible] کا اندیشہ ہے۔ جس کے لئے بعض اوقات علاج اپریشن ہوتا ہے اور اپریشن ذیابیطس کے مریضوں کے لئے خطرناک خیال کیا جاتا ہے۔ محترم مولوی صاحب ذیابیطس کے مریض ہیں۔

مولوی صاحب موصوف جماعت کے ایک کامیاب مبلغ اور پرانے خادم ہیں۔ کیرالہ کی جماعتوں کے کافی افراد ان کے ذریعہ احمدی ہوئے ہیں۔ احباب خاص طور پر دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ محترم مولوی صاحب کو جلد صحت کاملہ دے اور درازیٔ عمر اور مزید خدماتِ دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

خبریں

نئی دہلی ۔ ۲۷ر جولائی ۔ راشٹرپتی ڈاکٹر رادھا کرشنن نے آج یہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کے متعلق چار روزہ سیمینار کا ادگھاٹن کرتے ہوئے بھارت میں اناج کی موجودہ قلت کا ذکر بھی کیا ۔ اور کہا کہ یہ بڑا سنگین خطرہ اور بھاری سنکٹ ہے ۔ اور مجھے بتایا گیا ہے شاید مجھے غلط اطلاع دی گئی ہو کہ دیش میں آج بھی کافی اناج موجود ہے ۔ مگر بعض لوگ اپنے مفاد کی خاطر اس کی تقسیم میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں ۔ اگر ہم اس کا انسداد کر سکیں تو ہمارے لئے اپنے لوگوں کا پیٹ بھرنا اور بھاری سنکٹ سے بچنا ممکن ہو سکے گا ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم ایسا کریں گے

آپ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اناج کی منصفانہ تقسیم کے ساتھ ساتھ اناج کی پیداوار بڑھانا بھی ضروری ہے ۔ ہمارے کسان اس کام میں مصروف ہیں

نئی دہلی ۲۷ر جولائی ۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ بھارت و پاکستان کے وزراء داخلہ کی کانفرنس ۳۰ر اگست کو راولپنڈی میں ہوگی جس میں دونوں ملکوں کی اقلیتوں کے سوال اور فرقہ دارانہ آشتی لانے کے اقدامات پر غور کیا جائے گا ۔ دونوں وزراء کی پہلی میٹنگ اپریل میں نئی دہلی میں ہوئی تھی ۔

نئی دہلی ۲۷ر جولائی ۔ مرکزی وزیر خوراک شری سبرامنیم نے آج یہاں اعلان کیا کہ ملک میں اس سال گذشتہ سال کی نسبت ۳۰ سے ۴۰ لاکھ ٹن تک اناج زیادہ پیدا کیا جائے گا ۔ اس طرح خوراک کی حالت کے متعلق کسی طرح کی تشویش نہ ہونی چاہیئے ۔ اور کسی کو بھی یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ملک میں اناج کی قلت ہے ۔ آپ نے کہا کہ اناج کے نرخوں سے جو کہ ٹھیک ڈھنگ سے نہیں چل رہے نپٹنے کے لئے ضروری ہے کہ اناج کا زیادہ سے زیادہ نرخ مقرر کر دیا جائے ۔ چنانچہ وزارت خو[راک] اس معاملہ پر سرگرمی سے غور کر رہی ہے ۔

نئی دہلی ۔ ۲۷ر جولائی ۔ ڈاکٹر سید محمود ممبر پارلیمنٹ نے ایک تجزیہ میں بھارت کے فرقہ دارانہ مسئلہ کا تجزیہ پیش کیا ہے ۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آج ملک کے دو بڑے فرقوں میں کافی غلط فہمی اور بد اعتمادی پائی جاتی ہے ۔ جہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ جارحانہ فرقہ پرستی نے کچھ مشرقی صوبوں کے حالیہ فسادات میں تباہی مچائی ہے ۔ ہاں یہ بھی درست ہے کہ موجودہ غلط فہمیاں رفع کر دی جائیں ۔ تو کبھی فسادات کا انسداد ہو سکتا تھا ۔ اگر غلط فہمیوں اور خدشات کو مستقبل میں قائم رہنے دیا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ ہم عام حالات میں امن و امان قائم رکھنے کے قابل نہیں ہو سکیں گے ۔

سرینگر ۲۷ر جولائی ۔ شیخ عبداللہ نے کل یہاں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کشمیری باشندے آتم نرنے کا حق حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے ۔ الجیریا کے باشندوں کی طرح وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے میں تامل نہیں کریں گے ۔ وہ عزت اور وقار کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں ۔ بھارت ہو یا پاکستان وہ ہماری مرضی کے بغیر ہم پر اپنا حق نہیں جتا سکتے ۔

ایک ضروری اعلان

محترم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل جنہوں نے یکم جنوری ۱۹۳۴ء سے بطور مبلغ خدمتِ سلسلہ شروع کی اور تیس سال بطور مبلغ تبلیغ کا کام کرتے رہے اس عرصہ میں آپ نے بلادِ عربیہ میں کئی سال بطور مبلغ کام کیا اور تقسیم ملک سے قبل مختلف علاقہ جات ہندوستان اور برما میں بھی کامیاب خدمات سلسلہ کیں ۔ اب تیس سال سروس ہونے پر اپنی صحت کے عدمِ اعتدال کی وجہ سے ریٹائر ہوئے ہیں صدر انجمن احمدیہ قادیان نے زیر ریزولیوشن نمبر ۱۲۹ خ م ۲۰-۷-۶۴ ان کی ریٹائرمنٹ کا فیصلہ بدیں الفاظ فرمایا ہے کہ

"مولوی محمد سلیم صاحب فاضل سلسلہ کے ایک پرانے خادم اور مبلغ ہیں اور انہوں نے اپنے زمانہ سروس میں بعض مواقع پر بڑا عمدہ کام کیا ہے ۔ لہذا آپ کی سابقہ خدمات کی صدر انجمن احمدیہ قدر کرتی ہے اور جیسا کہ مولوی صاحب نے اپنی درخواست پنشن میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ آئندہ بھی ضرورت پڑنے پر سلسلہ کے کاموں کے لئے اپنے آپ کو پیش فرماتے رہیں گے ۔"

اللہ تعالیٰ محترم مولوی صاحب کی سابقہ خدمات کو قبول فرما کر آئندہ بھی خدماتِ دینیہ کی توفیق دے ۔ آمین ۔ جو جماعتیں آئندہ اپنے جلسوں میں مکرم مولوی صاحب کو بلانا چاہیں وہ نظارت ہذا کو کافی روز قبل لکھا کریں تا مکرم مولوی صاحب اپنے حالات کے پیشِ نظر ایسے جلسوں میں شمولیت کے لئے اپنے پروگرام کو تشخیص کر سکیں ۔ تا کہ وقت سے قبل جماعتوں کو اس بارے میں یقینی اطلاع دی جا سکے ۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

درخواستِ دعا

"گذارش ہے کہ خاکسار ان ایام میں مشکلات میں مبتلا رہے ۔ جملہ احباب اور خصوصاً درویشان دیارِ مسیح کی خدمت میں دردمندانہ دل کے ساتھ درخواست دعا ہے ۔"

خاکسار رستم علی عالم گڑھ گجرات

پروگرام دورہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر فاضل انسپکٹر بیت المال

جماعتہائے احمدیہ اڑیسہ ۵/۸/۶۴ تا ۳۰/۹/۶۴

مندرجہ ذیل جماعتہائے احمدیہ اڑیسہ کے عہدیداران مال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر فاضل انسپکٹر بیت المال مورخہ ۵/۸/۶۴ تا ۳۰/۹/۶۴ مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق پڑتال حسابات و وصولی چندہ جات کے سلسلہ میں دورہ کر رہے ہیں امید ہے کہ جملہ عہدیداران کما حقہٗ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے ۔

ناظر بیت المال قادیان

نمبر شمار	نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی
۱	کلکتہ	۳۱-۷-۶۴	۵ یوم	۵-۸-۶۴
۲	بھدرک مع سورو	۵ // //	۲½ //	۸-//-//
۳	کٹک	۸-//-//	۳ //	۱۱-//-//
۴	ادہ ایم پلی	۱۱-//-//	۲ //	۱۳-//-//
۵	بھبنیشور	۱۴-//-//	۱ //	۱۵-//-//
۶	خوردہ ٹاؤن	۱۶-//-//	۱ //	۱۸-//-//
۷	کیرنگ مع روڑکیلہ	۱۹-//-//	۵ //	۲۴-//-//
۸	زنگاؤں	۲۴-//-//	۱ //	۲۵-//-//
۹	پیاگڑھ	۲۶-//-//	۲	۲۷-//-//
۱۰	رانگاگوڑہ	۲۸-//-//	۲	۲۹-//-//
۱۱	سونگڑہ	۲۹-//-//	۴	۲-۹-۶۴
۱۲	کیندراپاڑہ	۲-۹-۶۴	۱	۳-//-//
۱۳	سرلونیاگاؤں	۴-//-//	۱	۵-//-//
۱۴	چودوار	۶-//-//	۱	۷-//-//
۱۵	کرڈاپلی مع ارکپٹنہ	۸-//-//	۲	۱۰-//-//
۱۶	پنکال	۱۰-//-//	۳	۱۳-//-//
۱۷	کوٹ بلہ	۱۳-//-//	۱	۱۴-//-//
۱۸	کٹک	۱۵-//-//	۱	۱۶-//-//
۱۹	سمبلپور	۱۷-//-//	۲	۱۹-//-//
۲۰	ابینڈ	۱۹-//-//	۲	۲۱-//-//
۲۱	کٹک	۲۲-//-//	۱	۲۳-//-//
۲۲	سری پاد پدن پدا	۲۳-//-//	۱	۲۴-//-//
۲۳	کٹک	۲۵-//-//	۱	۲۶-//-//
۲۴	کلکتہ	۲۸-۹-۶۴	۲	۳۰-۹-۶۴